

منہں "حبیبہ" بھی پگھوڑے میں ہو گئی تھی۔
 چند اس کے برے ساتوں کا بیٹا تھا۔ ہادیہ پھوٹے
 ماموں کی بیٹی۔ منی کی اسی غصہ اپنے دونوں بھائیوں
 سے بیڑی تھیں۔ ایک ہی قطار میں بنے ان بیڑوں۔ من
 بھائیوں کے گھر جو دراصل نانا ابائی کی طرف سے وہ
 لوگوں کو ترکے میں ملے تھے۔ جہاں لوگوں کے لیے
 دلچسپی کا باعث تھے وہیں منی، چند اور ہادیہ کی ایک
 ایک دان کے وقفے سے ہوسنے لگا پیدا ان کی بھی بہت
 دلچسپ تھی۔ منی کہ مارج، چند اور مارج ہادیہ
 تین مارج کو بنائیں جلد افزہ ہو گئی۔
 جہاں ان بیڑوں کی نگار پیدائش نے لوگوں کو اس
 اتفاق پر حیران کیا تھا ہادیہ بیٹا، منی کا دل پر تھی کہ
 بیڑوں کی منی اپنے گھر والوں کے لیے خصوصی اہمیت
 اور توجہ کے مستحق قرار پاتے تھے۔ منی دو بھائیوں کے
 بعد پیدا ہونے والی پہلی بہن تھی جو بیشہ اکلوتی بھی
 رہی۔ چند برے ساتوں کا سب سے بڑا بیٹا تھا جس
 کے بعد تین بیٹیں دنیا میں وارد ہوئیں اور وہ بہنو
 اکلوتے بہن کی سند پر براہمن رہا ہادیہ کا معاملہ ان
 دونوں سے بھی زیادہ خاص تھا کیونکہ وہ پھوٹے ماموں
 کی اکلوتی دختر تک اختر تھی۔
 تین اکلوتوں کی یہ کیون ایک ساتھ پر دان چڑھی
 تھی اور بیڑوں کے درمیان دوستی کا رشتہ بھی مضبوطی
 سے استوار تھا۔ اگرچہ مزاج بیڑوں ہی کے مختلف تھے
 لیکن ہر چہ وہ بیڑوں ایک دوسرے کے دوست تھے۔
 مزاج کے فرق نے تمام معاملات کے ساتھ ساتھ
 تعلیمی زندگی میں بھی اختلاف پیدا کیا تھا۔ وہ بیڑوں تین
 اگلا ایک مضامین میں گریجویت تھے۔
 چند نے کامرس کو اپنا تھا۔ ہادیہ سائنس کی
 گریجویت تھی جبکہ منی نے تعلیمیت کے عمومی
 نظریے سے اختلاف کرتے ہوئے سائنس یا کامرس
 کے بجائے آرٹس کا انتخاب کیا تھا۔ دراصل ہر عام
 شے سے اختلاف کرنا اور اپنے طرز عمل کے ذریعے اس
 اختلاف کو درست ثابت کرنا اس کے مزاج کا ایک

لازمی جز تھا۔ اس میں دوسروں سے مختلف بہت جا کر
 بھی کامیابیات کو بھی حاکمیت کرنے کی خواہش تھی۔ اس
 کو نظر پڑا کہ وہ اس نے اپنے لیے وکالت کے
 پیشے کا انتخاب کیا تھا۔ اس کے انداز کی قطعیت
 سرری حاضر ہوئی۔ جوش و خروش مل کر ایل ایل بی
 کے تیسرے سال میں ہی اسے ایک مکمل وکیل ثابت
 کرتے تھے۔
 اس کے برعکس چند اور ہادیہ نے تعلیمی سلسلہ
 منقطع کر کے عملی زندگی میں قدم رکھ دیا تھا۔ چند
 برے ساتوں کے برس کی تمام تر ذمہ داریاں اپنے
 شانوں پر اٹھائے ہوئے تھا۔ لہذا باقاعدہ تعلیم جاری
 رکھنا اس کے لیے ممکن نہ تھا۔ البتہ برس اور پندرہ
 سے متعلق کئی شرات کو سراسر نہ کرتے تھے اور
 آج کل کاروباری حلقوں میں اپنی کم عمری کے باوجود
 بھی ایک کامیاب اور ذریعہ برس میں کرنا جاتا تھا
 جس کے ساتھ منی کو بھی سوتا بنانے کا کرنا تھے۔
 ان کی کمون کا تیسرا کوڑہ یعنی ہادیہ۔ سائنس پرست
 اور اچھے خاصے مارکس حاصل کرنے کے باوجود ایم
 ایس سی کرنے کے لیے راضی نہیں ہوئی تھی۔
 سائنس اسٹوڈنٹس کی عمومی خشک مزاجی کے برعکس
 بڑی روحانی مزاج رکھنے والی لڑکی تھی۔ گھر جانا
 مہمانوں کی خاطر وضع کرنا نئی نئی ہوش تیار کرنا اور
 دوستوں کی خویلوں میں ہر چہ گھر کے حصہ لینا اس
 معاملے تھے۔ گریجویت کے بعد کامسار احمد سے لے
 کوکٹ، ٹنگٹ، ٹنگٹ، ٹنگٹ، ٹنگٹ، ٹنگٹ، ٹنگٹ، ٹنگٹ
 اور نہ چلے کون کون سے گورنر کے میں گزارا تھا
 اور اب اپنا ذاتی اندر منزل ہوم چلا رہی تھی۔ منی کی اسی
 ہادیہ کی مثالوں سے دے منی کو لوگوں والے شوق اور
 کاموں کی طرف متوجہ کرنے کی خوش کرتی تھیں
 جو کسی کی بات سے قائل ہو جائے وہ منی یا منی کی
 شخصیت ہادیہ میں نہیں سکتی تھی۔
 وہ کہتیں۔ "دیکھو ہادیہ تھے مزیدار اور ادا کیسکے
 بنائی ہے اور تم ہو کہ ان تک رولی بھی بنانا ہے"

کسی۔ "اگر سرے رشتہ جواب آتا۔
 "روٹی کا کیا ہے ایل پندرہ میں دن کی لگ کر کاٹوں
 کی اس کو ان کا بیٹا آجائے کی لکین پندرہ پندرہ کے لیے تو
 انسان کو وقت دینا پڑا ہے۔ کوئی روٹی پکانے کا معاملہ
 نہیں کہ چند دن میں پورا ہو جائے۔
 "اور اپنی پندرہ میں دن کے اندر کبھی منی کو تم
 پانی کے ساتھ لوگوں کے سامنے پیش کیا کروں گی۔ بی بی
 ساتوں لگ جاتے ہیں عورت کو سامن میں منک مرچ کا
 حبل رکھنے میں اور پھر بھی مونک لقمہ کھا کر
 زینکٹ کر دیتا ہے۔" وہ اسے غور کرتی تھیں۔
 "ہاں۔ سائن۔" سیکٹروں دشمن کے تیار شدہ
 مسالے لپٹے ہیں بازار میں اور ہزاروں کتابیں ہمیں
 ہوئی ہیں کھانا پکانے کی ترکیبوں سے۔ بڑھی کبھی
 ہوں ایک ایک چربا تیل کر ڈالوں گی تو کی بی بی کا
 سوال ہی پید نہ ہو سکے گا۔" وہ قہقہہ لگا کر کہتی۔
 * * *
 "ابھی برتھ ڈے چند! یہ پکڑو اپنا گفت۔"
 بڑے فارمل سے انداز میں اسے مبارکباد دے کر اس
 کے کہتے میں خفقہ تھا۔
 "ماتن ہماری بھر کم خند تو نہیں لائی ہو تم میرے لیے
 جو یوں آدھ موٹی ہوئی چاری ہو۔" اس کے انداز پر وہ
 خفا ہو کر یوں بھی وہ کٹائی لیٹ چکی تھی۔ کوئی باقاعدہ
 فکشن چاہے اوریجن نہ کیا جائے وہ بیڑوں سا گھر پر
 ایک دوسرے کے گھر کا روشنی ضرور کرتے تھے۔ ان کے
 بھی کلاں پائی پر پہلے پہل منی کی اور اب شو اور فانیہ
 کے ساتھ چن چن منی کی ڈنری تیاری میں مصروف
 تھی۔ ایسے میں اس کا لیٹ پینچا پینچا قابل گرفت تھا۔
 "بناو مت بولو کراچ سے آؤ اور آؤ اس سے
 جناب کے گفت کے لیے غور ہونے کے بعد سیدی
 یہاں آ رہی ہوں۔ لہذا ممکن ہو تو لازمی ہے۔"
 اس نے چڑا کر اسے وضاحت دی۔ اگرچہ وہ ابھی
 مکمل وکیل نہیں بنی تھی لیکن سیر مزیدار تھا۔ لہذا جو کیا
 کیا

کے دوست تھے، ان کا آفس جوائن کر لیا تھا۔ کچھ بابا
 کے دوست کی وجہ سے اور کچھ اس کی قابلیت اور ذہانت
 کو دیکھتے ہوئے سیر سٹر ہو جاتی ہے اس کو اپنے آفس
 میں آگے کی اجازت دے رہی تھی۔
 "بندہ کسی کی برتھ ڈے پر آتا ہے تو کوئی کہے نہ
 سہی ایک آدھ گلاب کی ٹلی سی ساتھ لے آتا ہے۔
 یہاں تو اٹھا کر دیکھا سافٹ منہ پر دے ارا ہے۔"
 اب اس کا دوسرا شکوہ شروع ہو گیا تھا۔ منی کو کبھی
 آنے لگی۔
 "کوئی آتے نہیں۔ میں نہیں لائی پھول تو ہادیہ تولائی
 ہے۔ بندہ سارے ہیں تم مجھے لیا کہ یہ ہوں دوسری کی
 طرف سے ہیں۔" سامنے بیل پر رکھا مصنوعی پھولوں
 کا کیک ہادیہ کے ہنرمندانہ بیڑوں کا تھا۔ ہادیہ بہت بغیر
 کسی کے بتائے بھی جان سکتی تھی۔
 "اب میں مصنوعی گلاب کی ٹلی تو تمہارے پاؤں
 میں لگانے سے رہا برتھ ڈے ہے۔ انسان ذرا آج
 کے دن خوشی میں آئی جانا ہے انسان اگر دل چاہے
 پر اپنی عیب کے پاؤں میں گلاب کی ایک ٹلی نہ لگائے تو
 جتنا ہے چارہ سال کا ہے۔ تم کبھی یہ نہیں سکتیں۔ اگر
 تمہیں اس بات کا احساس ہو تو آج کن دن کی جل چڑ
 کرنا ہے۔ کچھ پاؤں کے بجائے کوئی خوبصورت سا بیٹا
 اسٹائل۔
 بڑی روایتی ہے بولتے بولتے اس کی نگاہ منی کے
 خشفے سے گزرتی ہوئے چہرے پر پڑی تھی اور وہ ہلکی ہلکی
 دانتوں سے ہنسنے لگا تھا۔
 "میں جتنا تمہاری فضول باتوں کو نظر انداز کرتی
 ہوں تم انتہائی میرے سر پر چڑے جارہے ہو۔ آخر
 تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے؟" وہ بڑے جارحانہ
 تیوروں کے ساتھ اس سے باز پرس کر رہی تھی۔
 مسئلہ ہوں تو نگاہیں نہ چڑاؤ مجھ سے
 اپنی چاہت سے۔ توجہ سے نہ مجھ حل کرو
 وہ آسانی سے باز آنے والا نہ تھا۔ اس کی عقلی
 کے باوجود بھی اپنے دل کی بات کہہ ہی گیا۔ بابی سب

لوگ اس کمرے سے باہر اور اوپر مصروف تھے کچھ اس لیے بھی اسے منی سے اپنے میں آسانی تھی۔
 "اوہ ہو! تو لگ رہا ہے شعرو شاعری کا پورا رام چل رہا ہے۔" غائبہ کے ساتھ اندر داخل ہوئی غائبہ نے کہا اس نے اپنے ہاتھوں میں بڑا خوبصورت سا برقعہ ڈسے ایک اٹھارہ گنا تھا جسے اب ڈانٹنگ ٹیبل پر رکھ رہی تھی۔

"تم لوگ مصروف تھے۔ میں نے سوچا منی بور ہو رہی ہوگی اس لیے اسے اسے وہی شادی شامی سنا کر بورت سے بچنے کی کوشش کر رہا تھا۔" منی کے لال اسے بھوکا چہرے کی طرف دیکھا وہ نہایت اطمینان سے کہہ رہا تھا ان لوگوں کے کمرے میں آجائے کی وجہ سے اسے اسٹیل کی بھڑاس نکالنے کا موقع نہیں ملا تھا اور اب وہ ہنست پیچھے کھٹے کو قابو کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"تم منی کو کوشعرا رہے تھے؟ جب ہی تو کہوں اس کا پورا کیا کیوں ہو رہا ہے۔" غائبہ نے منی کی سوسپا جانے تھے کہ منی کو شعرو وغیرہ پانچ کی پیمائش کوئی دیکھی نہیں بلکہ وہ تو باقاعدہ چڑی تھی ان کیوں سے "جندب بھائی! اپنی جلدی سے ایک کاٹ لیں" بہت دیر ہو چکی ہے ہم سب کا بھوکے سے برا حال ہو رہا ہے۔" منی مزید بات سے قبل شمو نے جندب کو ٹیبل کی طرف بھیج لیا تھا۔ شمو غائبہ اور بابیہ کے خوشگوار موڈ کو دیکھتے ہوئے منی کو بھی اس کی خاطر خوب قابو پانا پڑا اور جلد ہی وہ بھی اس ماحول کی خاصیت بن گئی۔

"چلیں بابیہ آپ! منی آپ! بھائی کے بیڑوم میں چلتے ہیں۔ وہاں زیادہ مڑا آئے گا۔" شمس نے فارغ ہونے کے بعد شمو نے کہا تو ان سب نے مل کر اس کے بیڑوم پر بلا لیا۔ وہ اپنے بیڑوم کی سیسنگ اور صفائی سحرانی کے معاملے میں بہت زیادہ کاٹشور رہا تھا اور عام حالات میں مال کے علاوہ انہیں وہاں قدم رکھتے ہوئے ڈرتی تھیں۔ لہذا آج کے دن کو کوئلن

چائس سمجھتے ہوئے اس کے تمام تر احتجاج کے باوجود وہ لوگ چل جائے۔

"انگل! آئی بی والیں آئیں گے لاہور سے؟" چائے کا سبب تھی بابیہ نے غائبہ سے پوچھا۔
 "جی! ایک آکھ دن اور لگے گا۔ آج تقریبات تھی کل ویرہ بجے اسے انڈیز کرنے کے بعد ہی آئیں گے۔ اصل میں ڈیڈی کے نہایت عزیز دوست ہیں انگل صاحبہ! اس لیے ان لوگوں کو جانا زیادہ صبح فون کیا تھا۔ منی کو کل دس بجے پوری صبح کھائی کا ہر ڈسے ہے اور وہ اتنی دیر نہیں تھی۔ وہ تو بھائی نے ان سے بات کر کے کافی کھجیا بھجایا تو انہیں ملی ہوئی۔" غائبہ نے جواب دیا۔ وہ لوگ چھوٹی قویہ کے ساتھ اپنے عزیز دوست صاحبہ کے بیٹے کی شادی میں شرکت کرنے لاہور گئے ہوئے تھے۔

"کیا بورت پھیلا رہی ہے تم لوگوں نے۔ جب اس کے بیڑوم میں آئی تھیں وہ تو یہاں کی چیزوں کو بھی استعمال کر چو۔ گھومو! آج تم اس کے P.C پر کوئی اچھی سے گانوں کی ڈی لگادو۔" بہروم مقرر رہنے والی بابیہ کو بے چینی ہوئی۔
 "گناؤ گناؤ بھائی! بھونے جھجکتے ہوئے اس سے اجازت طلب کی۔
 "اگر لگسکو تو گناؤ۔" وہ کندھے اچکا کر مسکرایا۔
 "وہ! انہوں نے تو اس ورڈ لگا رکھا ہے اپنے پی سی پر۔ جب ہی اتنے مڑے سے اجازت دے رہے تھے۔" منی کو کوشش میں ٹھیک ہونے کے بعد شمو نے ان سب کو مطلع کیا۔

"یہ جھجکت نہیں چلے گی جندب! پاس ورڈ بتاؤ اپنا۔" بابیہ نے اسے گھورا۔
 "پاس ورڈ اس لیے تو ڈی ہوتا ہے کہ سارے زمانے کو بتایا جائے۔ کمپیوٹر رکھا ہے تم لوگوں کے سامنے کھولے میں کامیاب ہو سکو تو کھول لو۔" بڑی دل چاہنے والی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے پیچھے کیا تو

وہ سب کی سب اس کے کمپیوٹر پر جُت نکلیں۔ اس کے نام گھنٹہ آلف تھا۔ گناہار کے ساتھ ساتھ ہر ہ چیز جو اس سے وابستہ تھی اور ان لوگوں کے دھیان میں آسکتی تھی وہ لوگ بطور پاس ورڈ اپلائی کر کے دیکھتی رہیں۔ لیکن کامیاب نہ ہو سکیں۔ یہاں تک کہ کافی دیر سے خاموشی سیٹی بنی۔ یہی ان لوگوں کی اس مہم میں شریک ہو گئی۔

"خیر خیال ہے اس پر نام شائع کرنا یہ بابیہ آپ! ایک ملوک تھی ڈی پیر کوئی سی ڈی لگا لیتے ہیں۔" منی تمام تر کوششوں میں ٹھیک ہونے کے بعد شمو نے کہا تو اس کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے بابیہ نے بھی بار بار مل۔ اب وہ لوگ کارپٹ پر بیٹھے اسکرین پر ٹیبل کھیل رہے تھے جندب بھی ان کے ساتھ شامل ہو گیا تھا اللہ منی بڑی دلچسپی سے کمپیوٹر کے ساتھ جی ہوئی تھی۔ بظاہر سب کے ساتھ مصروف جندب اس پر سارا دھیان دے رہے تھے وہ جانتا تھا کہ اس کا پاس ورڈ معلوم کرنا منی کے لیے چیلنج بن چکا ہے اور وہ اب اس میں کامیاب ہوئے بغیر پیچھے نہیں بچے گی۔

"میم آپ! ان اے۔" اپنے نام کے خوف ٹاپ کر کے اس نے انٹر کو پریس کر لیا تھا۔ کامیاب نہ ہو سکی پھر یکدم ہی ایک خیال اس کے ذہن سے گزرا اور اس نے اپنے نام کے ساتھ جندب کا نام بھی ٹاپ کر کے ایک آخری کوشش کے طور پر انٹر پریس کیا تھا۔ اس بار وہ نام ٹاپ نہیں رہی تھی۔

جندب جو جاگے بلکہ اس کی مصروفیت پر نظروں رہا تھا اس کے کامیاب ہونے پر صراحتاً
 "منی جیت گئی۔" وہ بے ساختہ ہی بولا۔
 "منی کھیل نہیں رہی تو جیتے کی کیسے؟" پوری طرح اسکرین کی طرف متوجہ بابیہ نے اسے ٹوکا۔
 "میں اس پر کم نہیں! اس کی بات رکھ رہا ہوں۔" جندب نے اشارے سے کمپیوٹر کی طرف متوجہ کیا۔
 "جی! منی! تمہیں بتا چل گیا اس کا پاس ورڈ۔ چلو

ہمیں بھی بتاؤ۔ بہت سی چیزیں رہا تھا تو میرے۔" بابیہ چچی لیکن منی نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کی خاموشی پر جندب کے کیبل پر بڑی ممتی خیز سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ بھی منی کی اس کاپیاس ورڈ نہیں بتانے کے لیے جا رہا تھا۔

"بتاؤ! منی!"" دوسری طرف بابیہ کا اصرار جاری تھا۔
 "مجھے نہیں بتا چلا۔" وہ تو میں ایسے ہی کی بورڈ پر انگلیاں چلا رہی تھی اتفاقاً ہی کامیاب ہو گئی۔ "اس نے ہمارے بتایا اور کمپیوٹر ٹیبل کے سامنے سے اٹھ کر گلاس وورڈ کے پاس جا کھڑی ہوئی۔ اب اس کی نظرس لائن کے اوپر آ جی ہوئی تھی۔ بابیہ شمو اور غائبہ کو لے کر کمپیوٹر پر گئی۔ منی نے ٹیبل میں مصروف ہو گئی تھی۔
 "تمہیں میٹریاں ورڈ دینے معلوم ہوئی؟" اس کے پیچھے کے گناہار نے پوچھا۔

"گناہار! داغ میں آج کل جو خناس بھرا ہے" اس کی وجہ سے معلوم ہوا۔ "وہ واقعی پرکھی تھی۔" "میرے دل میں جو بیمار بھرا ہے۔" کھنکھناتے ہوئے اس کا ذکر کرتی تھی۔ "وہ اب بھی اس کو جلائے سے باز نہیں کیا۔" "تمہیں میں جاؤ تو اسے دل کے ساتھ میٹریاں داغ خراب تھا جو پچھن کی دوسری کالنگاڑ کے کمرے میں رہتے ڈسے میں چلی آئی۔" وہ غصے کی انتہا پر پہنچ کر وہاں سے واک آؤٹ کر گئی تھی۔

"ارے۔۔۔ منی کیل اس طرح اچانک چلی گئی۔" کہیں تم نے تو اسے مجھ نہیں اماں! بابیہ نے چونک کر جندب سے پوچھا۔
 "میں بھلا کیا کہہ سکا ہوں اسے اور کچھ کہہ دیتا تو تمہارے خیال میں وہ اتنی خاموشی سے چلی جاتی۔" ابھی اس کمرے میں وہ کیل صاحبہ عدالت لگا کر بیٹھ جاتیں اور مجھ بندہ ہاتھ کو پاچ سال قید یا بدشت کی سزا دوا کر

جان بچھو لیتی۔
 "تم بھی کسی بات کا سیدھا جواب مت دیا کرو۔" بابیہ اس پر ناراض ہوئی۔

”وکیل صاحبہ پہلے ہی ہم پر اپنا خاصا چمچ قائم خرچ
 چکی تھیں لہذا انہوں نے مزید اپنی اس دولت کا اضافہ
 ہوا پسند نہیں فرمایا اور مال سے چلی گئیں تاکہ باقی
 ماندہ دولت کو کار آمد بنا سکیں۔“ جناب نے علاوہ ایسی
 بات کی۔

”پرستے تو سب ہیں لیکن مٹی تو جتنی ہو گئی ہے اپنی
 فیلڈ میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے مجھے در لنگہ ہے
 اس کے جتنی پن ہے اپنی اس دیوانگی کے پھولوں
 کس کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے اس کوئی کون“ ہونے
 تشویش سے بولی۔ ”اللہ نہ کرے“ بل بھر کو جناب
 کے دل کی دھڑکن منتشر ہوئی اور اس نے بری بے
 ساختگی سے کہا تھا۔

”چمن۔۔۔ چمن۔۔۔ چمن۔۔۔ چمن۔۔۔“ عجب
 سے آتی آوازوں پر اس نے بے ساختگی سے مڑ کر دیکھا
 تھا اور اس کی آنکھوں میں تیریلی در آتی تھی۔ کاسنی
 چوٹی وار پاچالے پر وارک پریل آر گڈ اینٹ کا
 بھاری ٹھکڑا حیدر لکادی اور بڑا سا کاسنی اور پریل
 ٹائی بیڑ والی کا آر گڈ اینٹ کا ہی دوپہ اور ڈسے چھوٹ
 میں بایب چھٹکا اس کی طرف بدھتی لڑکی منی باجھی
 ہی ہے اس بات کا یقین کرنے کے لیے اس نے اپنی
 آنکھوں کو پوری طرح ہٹا کر منی کے سوچوئے بھلا تھا۔
 ”جنابہ! ڈر ایس اس لڑکے کا لاک تو لگاؤ کہ بخت
 لگ کر ہی نہیں دیے رہا۔“ وہ جھٹکائی اس کی اس کے
 قریب آنکھیں ہونٹیں تھیں۔

”نہن! تم ہی ہو یا میری آنٹی سوڈیک وہ ہو گئی ہے
 جو میں اتنا عجیب و غریب ٹھکڑا رکھ رہا ہوں۔“ لڑکے کا
 لاک لگتا ہے اس نے پھینکا۔ واضح اشارہ اس کے حملے
 کی طرف تھا۔

”ہماری والدہ محترمہ کا کارنامہ یہ ہے۔ میرے پاس
 تو جیسے بڑے فرصت ہی نہیں ہوتی۔ ان سے کہہ
 دیا تھا کہ میری شاپنگ بھی آپ کر دیجئے گا۔ اب تیار

ہوئے بیٹھی تو کتنے ذرق برق پرکے اور عجیب و غریب
 چیز کی شکل کر سامنے رکھ دی۔ اگر عمار بھائی کی شادی
 کا مسئلہ نہیں ہو تا تو صاف انکار کر دیتی مینے نے دیکھ
 اب تو دراجھی اعتراض کی گنجائش نہیں۔ تھوڑا سا بھی
 احتجاج کیا تو ان کا لبی لبی شوت کر جائے لگ۔ ان کی خوشی
 کے لیے بھول جیسا حال بنایا ہے میں نے۔ چلتی ہوں
 تو تیرا کے چالو کی طرح چمن چمن کی آوازیں آتی
 ہیں۔“ منہ ہاتھ ہوتے اس نے جواب دیا۔

”نہن! تم کیا رہتے احساس ہو رہا ہے کہ بکرے بھی
 خاصے ٹھک ٹھاک ہوتے ہیں۔ تم اگر کم تھما رہے
 معمول کے حملے کے مقابلے میں بھول والا حلیہ خاصا
 معقول ہے۔“

وہ اس کی حالت سے محظوظ ہو رہا تھا۔ اپنی اس کزن
 کی عادت سے وہ بچپن سے واقف تھا۔ عام لڑکیوں کی
 طرح جتنا سوراخہ فین کرے اسے آسانی نہیں تھا۔ وہ
 بھائیوں کے ساتھ مل کر بیوی ہوتی تھی تو خواتین اور
 مزلوں بھی لڑکیوں والا اقتدار کر لیا تھا۔ خدیجہ چچھو لادہ
 چائیں لکھتی تھیں کو لڑکیوں والے قالب میں بھال
 سیں مین وہ ان کے ہاتھ ہی نہیں لپکتی تھی۔
 خصوصاً لادہ میں ایڈمیشن کے بعد سے تو وہ بالکل ہی
 بدل گئی تھی۔ سارا سارا دل مصروف اور اپنے آپ
 سے ناخالص رہ کر بھائی کے پیچھے خوار ہوتا اس نے اپنا
 معمول بننا رکھا تھا۔ اس کی حد سے بڑھی ہوئی مصروف
 زندگی ہی کا مکمل تھا کہ اسے گھر میں ہونے والی پہلی
 پہلی شادی کی تیاری کرنے کی بھی فرصت نہ تھی اور
 اس نے اپنی شاپنگ کی ذمہ داری بھی اپنی کے کندھوں
 پر ڈال دی تھی۔ سبب مزاج سے کافی ہٹ کر ڈس
 آپ ہو رہا تھا۔

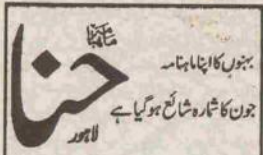
”تم آنٹی جلدی تیار ہو گئیں باقی لڑکیاں اور خواتین
 مکالمے میں مجھے پچھتاہٹیں لپڑکی تیاری کے بارے
 میں ہی معلوم کرنے کے لیے اندر بھیجا ہے۔ تم لوگوں
 کی راہ دہی رہے ہیں سہارات کی روایتی گئے لے مقرر
 کیے ہوئے تاہم سے آواز مٹانے کو بوجھ کا ہے۔ اب اگر

مزید ہوئی تو پچھتاہٹیں کا بار بھائی ہو جائے گا۔ اب اندر
 آئے کام تھما دیا تو وہ اس سے استفسار کرنے لگا۔
 ”کی بولی ہیں سپاٹے چروں کی لپڑا پانی میں۔
 ابھی جا کر لپڑا کا پیغام پہنچاتی ہوں۔“ وہ چمن چمن کرتی
 وہاں سے جانے کے لیے مڑ گئی۔

اور بس وہ لمحہ شاید اپنے اندر کوئی انوکھا پن رکھتا تھا
 کہ بچپن سے ساتھ زندگی گزارنے کے چند چٹا کاہل
 بائیں کی چمن چمن کے ساتھ منی باجھی کے قدموں
 سے چلا جاتا تھا۔ محبت و تکرار کے لیے بہت خاموشی
 اس کی زندگی میں چلی آتی تھی اور اس نے بھی بڑی
 خندہ پیشانی اور فرار جہل سے اس کے لیے استعمال کے
 دروازے وار کھولے تھے لیکن وہ دوسری طرف جھٹ لڑکی
 سے واسطہ پڑا تھا۔ وہ اپنے ٹاٹک احساسات و جذبات کی
 قدر کرنا چاہتی ہی نہیں تھی۔ چنانچہ اس کو رام کرنے کی
 خاطر خوار ہونا چند شاہ کی زندگی کا ایک اہم ترین
 مشن بن گیا تھا۔

نظارہ کشا میرا ساوا معاملہ نظر آتا تھا۔ ایک اچھے
 خاصے خوب ذہل مینوز ڈی ملی لحاظ سے مستحکم اور
 خاندان کے لوگ کے اپنی کزن سے محبت کرنا اور اسے
 اپنا لیتا چند شاہ کی زندگی میں بھی یہ معاملہ سیدھا
 سا ہوا ہو سکتا تھا۔ اگر جو اس نے منی باجھی کے سوا خاندان
 کی کسی اور لڑکی کا انتخاب کیا ہو نہ ایسی صورت میں
 اسے صرف ایک بار اپنے بزرگوں کو بوجھ نزل دے کر
 لڑکی والوں کی طرف بھیجنا ہو تا اور سارا مسئلہ حل
 ہو جاتا لیکن منی کے معاملے میں وہ یہ طریقہ کار
 استعمال نہیں کر سکتا تھا۔ حالانکہ وہ جانتا تھا کہ خدیجہ
 چچھو پچھتاہٹیں بھائی، عہدیت بھائی اور انظر بھی ہی
 دل و جان سے اس رشتے کے لیے راضی ہو جائیں

لیکن ساری بات تو اس لڑکی کی تھی جو نہایت منفرد
 مختلف خیالات کی مالک تھی جس کے ساتھ زندگی نے



جون 2004 کے شمارے کی ایک جھلک

- ☆ ادا کا وعدہ صحت سے محظوظ
- ☆ اس ماہ کی شخصیت میں ناک کے علاوہ چھ حسان کی باتیں
- ☆ مہمان کی مکمل ناول: محبت زندگی کی صورت
- ☆ میرا شری اور تو: انکساف قادی کا مکمل ناول
- ☆ زرخیز آرزو کا ناول: ستاروں کی حسرت آنکھیں
- ☆ ساس گل کا ناول: یہ علم کا سودا
- ☆ سہرہ یہ سید عالم بھیجیں، صاف عجبکے سید کا

اور زرخیز صحت کے انسا نے

اس کے علاوہ

پیارے چچے کی پیاری باتیں اور انکا نامہ
 اور انظر و جود کے علاوہ

ساحلوں کی آدمی زرخیز آرزو کا سلسلے دار ناول
 یہاں تک عام کا ناول عشق میں روگ بزار سائیں
 اور حنا کے مہی مستقل طیلے شال ہیں

حنا کا شمارہ آج ہی طلب فرمائیں۔

بیش بہت نرم روم رکھا تھا اور پھر بھی وہ اس سے لڑتی پھرتی تھی۔ جسے خوشیوں اور آسائیش کے سوا کچھ غلط نہیں کیا تھا لیکن وہ غموں اور دکھوں کو ڈھونڈتی پھرتی تھی اس کے پاس جلے، ٹھنڈے اور دیا سے لڑنے کے لیے بہت سے موضوعات اور وجوہات تھیں۔ لڑوں کی طرح وہ اخباروں میں کسی لڑی کے اپنے آگاہی خاطر میں باپ کو بلا کر دیکھنے کی جربزہ کرتا ہے برا بھلا کہنے نہیں چھوڑتی جس کی جگہ اس واقعے کے بچھے پوشیدہ سازش کی بو سنھتی پھرتی تھی۔ اسے قسم اندیشہ میں چند ہی جتنی اور عمر رسیدہ ہیروئز کی موجودگی اور سنے "ٹیلیفٹ" کو پیش کی جانے کی تجویز پر غور کرنے سے کوئی دلچسپی نہیں کی تھی وہ معمولی اور قوی اسیلوں میں خوش آمدی کی نگاہیں بڑھاتے جانے کے موقع کی پر زور حمایت کرتی تھی۔

اسے سامنے والے قانونی صاحب کی بیٹی کے ہر دوسرے روز چلنے والے الفیور پر کوئی اعتراض نہیں تھا لیکن وہ قانونی صاحب کے چلنے پوری کرنے کا یہی شہرت سے نوٹس لیتی تھی۔ بلکہ ایک بار اس نے فون کر کے ای ایس بی کے دفتر میں ان کی شکایت بھی کر دی تھی اور اس کے نتیجے میں ان کے گھر چھاپا بھیجا گیا تھا لیکن آگے کے معاملات اس کے حسب مذاق طے نہیں ہوئے تھے اور قانونی صاحب "مک" "مک" کر کے یا آسانی پانچ گئے تھے اس روز اس نے گھر والوں کے سامنے "سٹرم" کی خرابی پر بڑی طویل اور زوردار تقریر کی تھی اور ساتھ ہی اس غوم کا اظہار بھی کر دیا اپنے وکیل بن جانے کے بعد اس سٹرم سے بھرپور جنگ لڑے گی۔

جندب کو تو اکثر ایسا لگتا تھا کہ وہ اس دنیا میں اتنی ہی ظلم یا افسانہ اور خرابی کے خلاف جنگ کرنے کے لیے ہے اور ایسی "جنگجو" لڑی کے سامنے جیت کی "جنگ" لڑنا نہ تھی۔ خیر تھا لیکن وہ اس سے محبت کی حمایت تو کر ہی چکا تھا ایک اور "مخلو" مول لینے میں کیا مضائقہ تھا۔

شروع شروع میں مٹی نے اس کی کسی بات کا کوئی

نوشہ ہی نہیں لیا تھا بلکہ شاید اس نے غور بھی نہیں کیا تھا لیکن جب بہت کچھ معمول سے ہٹ کر ہوئے لگاؤ وہ جب تک سی کی اور پھر معاملے کی تہ تک پہنچ جانے سے اس نے ان باتوں پر زنا شروع کر دیا۔ وہ اول تو زندگی اس کے موڑ کے متعلق کچھ سوچنا نہیں چاہتی تھی اور اگر سوچتی بھی تو اس کو یقین تھا کہ زندگی میں بھی کسی اس کا انتخاب "جندب شاہ" نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ اسے ایک دوست اور لڑکائی جیت سے تو ثابت دے سکتی تھی لیکن جین سامی کے لیے اس کی سوچ بالکل مختلف تھی۔ وہ اپنے لائق پارتنر کو بہت زیادہ لائق قاصر اور اپنا ہم پیشہ دیکھنے کی چھٹی بھی گمان نہ تھا کہ وہ ایک مہیا پرانے کی کامیاب تھوڑے کے جینیں بطور وکیل وہ اپنی زندگی کا حصہ بنانے والی ہے اور اسے دو جمع دو کرنے والے جندب شاہ سے بڑس میں سے ایسی کوئی امید نہیں تھی۔ لہذا اس کے گرد میں بہت شہرت تھی۔ وہ اپنے ہر انداز پر رویے سے اس پر واضح کر دیتا چاہتی تھی کہ وہ غلط سمت میں اپنے قدم بڑھا رہا ہے اور اسے اپنی راہوں کو بدل لینا چاہیے نہیں شاید وہ بھی "گریڈ" کی اس زبان کو سمجھنے پر راضی نہیں تھا۔

"جندب بیٹا! یہ جو کار نروالے حیدر صاحب ہیں میں نے سنا ہے کہ وہ اپنا گھر فروخت کر دے گا۔" ان کے بیٹے علی نے تھمرا دی دعا سلام سے نورا ان شام اس سے مل کر اس بارے میں معلوم کر لیا۔ "مشتے کے دوران اخبار پڑھتے خبیب شاہ اچانک ای کچھ یاد آئے مرا سے قافلہ ہوئے تھے۔

"جیت ڈیڑی آپ کو اس گھر کے فروخت ہونے سے کچھ دلچسپی رہے یا ہو گی؟" اچانک صبر کر گئی خیر اس کا جواب ہے۔ یوں تو اسے گھمے کی طرف سے بھی گھر مل سکتا ہے لیکن وہ یہاں، ہم لوگوں کے نزدیک رہنے کا خواہشمند ہے۔ لاہور میں اس کے زیادہ تر رشتہ دار گھر کے نزدیک ہی رہتے ہیں اس لیے

یہاں اگر اسے سما ہو جائے گا تو سارا بچہ تملے اے تو ہوا سمیرے چاہتے ہی ہو کھٹا پلے بندہ اور راولپنڈی کم کا کوئی ہے اس کے میں چاہتا ہوں کہ اس کی آمد سے پہلے پہلے یہاں اس کی راضی کا مددوات ہو جائے اور اگر حیدر صاحب اپنا گھر فروخت کرنے پر راضی ہو گئے تو یہ ہم دونوں دوستوں کے لیے اہمیت خوشی کا باعث ہو گا۔ ڈیڑی نے چاہنے کا ٹھوس ثبوت دے کر اسے تصدیق دے گا۔

"اس میں پہلے ہی تین گھر ہم لوگوں کے ہیں۔ اگر صبر اٹھانے میں بھی نہیں گھر خرید لیا تو لوگ بھیجیں گے کہ ہم اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کے ساتھ مل کر اس محلے پر اپنا قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔" ملازمہ جو ان لوگوں کے ساتھ ہی بیٹھی ناشتہ کر رہی تھی، پائل اچانک بولی تو جندب اور خبیب صاحب کے چہروں پر

صبر صاحب اپنی پیگم اور دونوں بیٹیوں کے ساتھ ہلدی کراچی شہر ہو گئے تھے صرف ان کا بیٹا اسو لاہور میں محسوس کی وجہ سے اپنی بیوی کے ساتھ رک گیا تھا۔ صبر صاحب حسب خواہش ان لوگوں کے نزدیک گھر لینے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ ان کے کراچی آنے سے نہ صرف بیٹا بلکہ باقی صاحب بھی بہت خوش ہوئے تھے۔ یوں ہی بیٹا نمٹ میں طویل عرصے کی ملازمت اور ان کی لفظی بے ساختگی نے ان کی شخصیت کو بہت زیادہ دلچسپ بنا دیا تھا اور عموماً لوگ ان سے مل کر خوشی محسوس کرتے تھے۔

اس پسندیدگی کو دوستی کا درجہ دیتے ہوئے انہوں نے صبر صاحب کو اپنے گھر کا قاعدہ وزیر الزوامت کیا۔

مخمل سجائی تھی۔ آج مٹی بھی خلاف معمول ان لوگوں کے ساتھ شامل تھی کیونکہ آج کا زور بطور خاص بابا کی طرف سے دیا گیا تھا اور وہ جتنے ہو چکا ہے خاص ہو اس کے لیے خود بخود ہی اہم ہو چکی تھی۔ "مٹی نے اپنی باتیں آپ کا ہاتھ دیکھیں۔" بڑی دیر سے سب کی قسمت کا حامل باہوں کی کیلوں کے ذریعے بتاتی تھیں جن سے اچانک ایسے خطاب کیا۔ وہ صبر صاحب کی چھٹی بیٹی تھی جس نے حال ہی میں ایف ایس سی کیا تھا اور اب بیٹے میں بیٹے میں کے لیے نیٹ کی تیاری کر رہی تھی۔ ہر دم ہنسنے سکرانے اور شور مچانے والی جینز کے مقابلے میں اس سے بڑی عمر کی دھیماء راجز رکھتی تھی۔ اس نے لاہور سے تھک چکے ہوئے کرنے کے بعد کراچی کی یونیورسٹی میں ایم اے لے لیں جس نے اپنا قاعدہ اس وقت بھی وہ یوں پڑھ رہی تھی کہ شکان چلنے اپنی چھوٹی بہن کو سب کے ساتھ نہایت بے لطفی سے بات چیت کرتے دیکھ رہی تھی۔

"اگر میں مٹی کی باتوں کو مان لوں گا تو آپ نے میری جیتیں کافی فائدہ نہ اٹھایا تو مستقبل میں بہت بچھڑاؤں کی کراچی یونیورسٹی مفت میں آپ کو اپنی خدمت میں شمول کر لیں گے اور آپ نے موقع نہ ملا۔" "دیکھ تو مجھے ان سب باتوں پر بالکل یقین نہیں ہے لیکن تم انرا اصرار کر رہی ہو تو۔" مٹی نے اس کے اصرار پر اپنا ہاتھ اس کے سامنے پھیلا دیا۔

"یہ سب ایک مذاق ہے مٹی! ہم سب بھی ایسی باتیں پر یقین نہیں کرتے لیکن یہ ضرر کی بجائے منٹ کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہو گا۔" بابہ نے اسے گھر کا جبکہ جینز میں اس کا ہاتھ پڑے پورے انہماک سے اس کی ہتھیلی پر پچھلے کیلوں کے جال کا جائزہ لے رہی تھی۔

"آپ کے مدد کی فکر ظاہر کرتی ہے کہ آپ بہت ذہین اور آراستہ ہیں۔ آپ اپنے فیصلوں پر پوری حقی سے عمل درآمد کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔"

"یہ سب تو ہم لوگوں کو اس کا ہاتھ دیکھتے بغیر بھی پتا

ہے تم ایسا کرو اس کے دل کی لکیر کا معائنہ کرو تاکہ ہمیں بھی تو معلوم ہو کہ وہاں کیا چھپا ہے۔" جناب نے کہا۔

"دل کی لکیر۔ ہاں ان کے دل کی لکیر بھی بہت واضح اور گہری ہے اس کے ایک مخصوص ڈائریکشن میں جانے سے اس بات کا اشارہ ملتا ہے کہ انہیں زندگی میں کسی مقام پر کسی سے نہایت شدید محبت ہو جائے گی اور ہاں۔ ان کے ہاتھ میں لومین کی بھی لکیر ہے ان کی شادی جب بھی جس کسی سے بھی ہوئی تھی ہنڈرڈ پرسنٹ یقین ہے کہ یہ شخص وہی ہوگا جس سے انہیں شدید محبت ہوگی۔" خبریں بہت زیادہ ایکسائیٹڈ ہو چکی تھی۔

"بس کرو ہنٹا! بس کرو۔ تمہارے اتنے انوکھے انوکھے اعتقالات ہمارا تمہاری پامسٹری پر سے رہا سہا یقین بھی ختم کر ڈالیں گے۔ یہ جن سارے واقعات کے ہونے کا تم ذکر کر رہی ہو ان کا منہ باشی کے اس جنم میں وقوع پذیر ہونے کا کوئی امکان نہیں اور دوسرا جنم ملنے پر ہم یقین نہیں رکھتے اس لیے تم اپنے "علم" کی اگر تھوڑی بہت عزت باقی رکھنا چاہتی ہو تو براہ کرم کوئی دوسرا "ٹارگٹ" چن لو۔" جناب بے اختیار اسے ٹوک گیا۔

"جناب ٹھیک کہہ رہا ہے خبریں! میری زندگی میں واقعی ان سب خرافات کے لیے کوئی گنجائش نہیں یہ سارے کام وہ لوگ کرتے ہیں جن کے پاس فاسر وقت ہو جبکہ مجھے اپنی زندگی میں بہت سے اہم کام انجام دینے ہیں۔" اپنا ہاتھ خبریں کے ہاتھ سے کھینچ کر وہ نہایت پرسکون انداز میں بولی۔

"اور ان کے ضروری کاموں میں سب سے اہم اور ضروری کام دنیا کے تمام مردوں کو جھوٹا اور دغا باز ثابت کر کے جیل کی سلاخوں کے پیچھے پھنسانا ہے۔" وہ اب بھی مسکھلا اڑانے سے باز نہ آیا تھا۔

"مجھے مردوں کو دغا باز اور جھوٹا ثابت کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ جن کے خلاف میں ایکشن لینے کی بات کرتی ہوں وہ واقعی کرپٹ لوگ ہوتے ہیں۔"

"پور عورتیں۔ عورتیں کرپٹ نہیں ہوتیں۔ کبھی تعصب کی عینک اتار کر اخبارات پڑھا کر تو تمہیں بھی معلوم ہو کہ روزانہ کتنی عورتیں اغوا اور منشیات کے کس میں شامل جرم ہوتی ہیں اور امتیاز تو یہ ہے کہ تمہاری یہ مظلوم عورتیں اپنے سوا کاڈ اور ذکی خاطر اپنے گھر والوں کو قتل تک کر گزرتی ہیں۔" وہ نہایت خفی سے بولا۔

"جو اخبارات میں خبریں پڑھ کر ان عورتوں کے حالات سے واقف ہوتے ہیں ان کی رائے تمہاری طرح بے رحم ہو سکتی ہے جناب شاہ! لیکن میں ان عورتوں کے سامنے بیٹھ کر ان کا حال سنتی ہوں۔ گھر سے بھاگ جانے کا الزام تو لگا دیتے ہو تم لوگ عورت پر لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ اس کے پیچھے وجہ کیا تھی۔ جب حقوق کاہل کرو گے تو احتجاج کے لیے آوازیں تو لازمی بلند ہوں گی۔ پھر تم یہ دیکھو کہ عورت کو اس چور راستے پر لانے والا کون ہوتا ہے۔ تنہا عورت تو کبھی اتنی ہمار نہیں ہوتی۔ باہر آسرا دینے والے اور خواب دکھانے والے لوگ ہوتے ہیں۔

جب اپنی جائز بات کے بدلے میں دوسرے کی ناجائز بات کو خاموشی سے برداشت کرنے کا حکم ملے تو بغاوت کا ہوا تو دل میں جڑ پکڑتی لیتا ہے اور امتیازی رویے مسئلہ اس پودے کی آبیاری کر کے اسے تناور درخت میں تبدیل کر ڈالتے ہیں۔ بہت چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں جناب! جن کا شکوہ ہماری عورت اپنے دل میں لیے بیٹھی ہوتی ہے۔ اگر ان چھوٹی چھوٹی نا انصافیوں کو ختم کر دیا جائے تو عورت کبھی اتنے بڑے بڑے جرائم کی راہ پر قدم نہ رکھے۔" اس کی آواز میں ایک محسوس الجاجانے والا دکھ تھا۔

"اگر اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں پر عورت اپنے دل میں شکوکوں کا انبار جمع کر لیتی ہے تو پھر تم لوگ اس بات کا ڈھنڈورا کیوں پیٹتے ہو کہ عورت سر لپا قربانی ہے جو اپنی ذات کو مٹا کر دوسروں کی خوشیوں کا خیال رکھتی ہے۔"

"قربانی دینے اور قربانی لینے میں زمین آسمان کا فرق

ہو تا ہے۔ اپنی خوشی اور رخصت دینے کی بات ہو تو مجھے یقین ہے کہ عورت اپنے حلق کا ڈھال بھی نکال کر دے سکتی ہے۔ لیکن جب زبردستی قربانی کی جا رہی ہو تو اپنی اور اپنے بھائی کی بیعت میں موجود ایک بیوی کا فرق بھی درست واضح کر دیتا ہے۔

”خدا کے لیے بس کو تم لوگ ایک چھوٹی سی بات کو بکڑ کر کمال سے کمال پہنچاؤ اور اس منہ کی بیٹی کو تو موقع چاہیے۔ ”حقائق نسوان“ پر تقریریں کرنے کا بیحد حسن کرپور ہو جائے۔ لیکن یہ بول بول کر نہ تو حلقی ہے اور نہ ہی پور ہوتی ہے۔“ نظرقمر نے ان کی بحث میں مداخلت کی۔

”میرے نزدیک ان عورتوں کے مسائل کوئی کہانی یا قصہ نہیں ہیں جن سے میں پور ہو جاؤں۔ یہ زندگی کے ترس مسائل ہیں جنہیں حل کرنا میں اپنا فرض سمجھتی ہوں اور آپ کو بھی ایک بڑھا لکھا اور باشعور شہری ہونے کے ناتے اس مقصد میں میرا ساتھ دینا چاہیے۔“ وہ اپنے موقف سے ایک اور بھی پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں تھی۔

”سنی! پلیز نارے۔“ چیخ دس ٹایک۔“ ہلوانے ہدی لجاہت سے کہتے ہوئے اس کے آگے ہاتھ جوڑے وہ وہ کندھے اچکا کر چپ ہو گئی۔

ایک تہائی چھان کی میں ہیرا تیار کیا ہوا ایک شادی تجھ ہی سے ہو میری چاہیے شادی کے دن مر جاؤں

شادی تجھ ہی سے ہو میری۔

”خلاف دنیا کی مصروف ترین ہستی منی باغی صاحبہ جبکہ یہاں افروزیں پھر تقریباً معاملہ نہایت اہم نوعیت کا ہو گا جس کے لیے مجھے چاہیے کہ ساتھ ساتھ اتنے بڑے بڑے لوگوں کو تحریک دی جائے۔“ اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہی ہلوانے کے ساتھ سر جوڑ کر بیٹھی منی کو آنکھیں پھاڑ کر دیکھتے ہوئے کہاں

ظاہر کیا جسے ابھی ابھی ہی نظر اس پر پڑی ہو۔ البتہ گلے کے پل اور آنکھوں میں چمکتی شرارت اس بات کا واضح ثبوت تھی کہ وہ اس کی یہاں موجودگی سے اچھی طرح واقف ہے۔ منی بھی اس کی معنوی حیرت اور موقعی گیت کو اچھی طرح سمجھنے کے باوجود اطمینان بنی بیٹھی رہی جبکہ ہلوانے ہی سکے میں باغی ہوئی تھی ”تورا۔۔۔“

”معاذ موقعی بہت اہم ہے جبکہ بائیں دن بعد ٹیلی کاپی شادی کی سطور جوئی سے لور میں چاتی ہوں کہ اس موقع پر اہمیں سر براہز دوں لیکن کوئی آئیڈیا ہی نہیں آ رہا۔ منی کا خیال ہے کہ کسی ہوٹل میں تخیل ریز ہو کر اور اچانک اٹھیں ہلے جائیں تو یہ حیران دہ جائیں گے میرے اس طرح کرنے سے اب تم تباہ کر دے۔“ آئیڈیا بڑھتا رہا۔

”بالکل بزدل۔ چھوٹے چھوٹے لوگوں سے مشورہ کرو گی تو ایسے ہی چھوٹے چھوٹے آئیڈیے ہمارے سامنے آئیں گے ایسے اہم معاملات پر رائے لینے کے لیے کیڑے سے رابطہ کرنا چاہیے۔“

”خدا ہرگز تم ہو۔“ منی نے دانت چپکائے۔

”آف کورس۔ اس وقت موجود تینوں افراد میں

میں ہی بڑا ہوں۔“

”اگر تمہاری یادداشت ٹھیک طرح سے کلام کر رہی ہو تو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں تم سے پورے ایک دن بڑی ہوں۔“

”اور میں تم سے پورے ایک دن بڑا ہوں۔“ وہ فیملی کے تمام مردوں میں سب سے زیادہ لمبا تھا اور منی بھی یہاں پہنچی تو واقعی اس کے سامنے بالکل گھٹیا لگ کر رہی تھی۔

”لوگ ٹھیک ہی کہتے ہیں کہ لمبے لوگوں کی عقل ٹھنوں میں ہوتی ہے۔ آج تم نے اپنے اعتقاد خیال کے ذریعے اس کی تصدیق بھی کر دی۔“ منی اس کی بات پر جل جھین کر رہی۔

”ظاہر کیا سبک چپ ہو جاؤ۔“ تم دونوں اس قدر لڑتے رہیں گے کہ آج کل۔ جب ہوا ایک دوسرے

کی بات کاٹنے کے چکر میں رہے ہوتے۔“ ہلوانے ہاتھ اٹھا کر ان دونوں کو ہاتھوں کی کوشش کی۔

”مجھے کچھ نہیں ہوا ہے اسی پر آج کل اعتقاد اور جہلانہ گفتگو کرنے کے دوسرے پڑنے لگے ہیں۔ میں تو خود سمجھنے سے قاصر ہوں کہ اس کو کس طرح سدا رہا۔“ منی نے اپنی صفائی پیش کی۔

”جھگڑا۔“ منی نے اپنی صفائی پیش کی۔

”جھگڑا۔“ منی نے اپنی صفائی پیش کی۔

”جھگڑا۔“ منی نے اپنی صفائی پیش کی۔

”جھگڑا۔“ منی نے اپنی صفائی پیش کی۔

”جھگڑا۔“ منی نے اپنی صفائی پیش کی۔

”جھگڑا۔“ منی نے اپنی صفائی پیش کی۔

”جھگڑا۔“ منی نے اپنی صفائی پیش کی۔

”جھگڑا۔“ منی نے اپنی صفائی پیش کی۔

”لیکن جناب! مجھ سے اکیلے اتنا سب کچھ کیسے ہو گا۔“ منی نے صرف چند منٹوں میں۔“ ہلوانے پریشانی اپنی جگہ تھی۔

”جھگڑا۔“ منی نے اپنی صفائی پیش کی۔

”جھگڑا۔“ منی نے اپنی صفائی پیش کی۔

”جھگڑا۔“ منی نے اپنی صفائی پیش کی۔

”جھگڑا۔“ منی نے اپنی صفائی پیش کی۔

”جھگڑا۔“ منی نے اپنی صفائی پیش کی۔

”جھگڑا۔“ منی نے اپنی صفائی پیش کی۔

”مگر بہت فضول ہو منی! اساتذہ دینے کا وعدہ کیا اور وقت آنے پر غائب ہو گئیں۔ سب بھی بھلا ضرورت تھی اسے کی۔ سب کچھ تو یہاں ہو چکا ہے۔“

”چھوٹے ماہوں کے جھگڑے لان میں داخل ہوتے ہی اس کا سامنا نہایت ہی ہو گیا تھا۔“ اس کے لیت آنے پر اسے آگے ہاتھوں لے رہی تھی۔

”سوری یا رات آئی ایم وری دی سوری۔“ منی گھر سے نکلے وقت مجھے اچھی طرح یاد تھا کہ آج تمہاری طرف آنا ہے اور میں نے سوچا بھی یہی تھا کہ دوسرے ڈھائی تین بجے تک چل جائوں گی لیکن ہلوانے اپنی اٹکل لے کر آگے آ کر کھانا کھا کر اور وہاں اسے اہم مسائل پر مشغول ہو کر رہی تھی کہ مجھے کچھ یاد ہی نہیں رہا۔ شام چھ بجے جناب نے مجھے موبائل پر کال کر کے اور وہاں بھی لیکن اس وقت تک میں ہلوانے اٹکل کے ساتھ ایک کائنات سے ملنے جانے کے لیے نکل چکی تھی اور ان کے مزارع کے بارے میں تو تم نے بتائی ہو۔ اگر راستے میں سے واپس آنے کی بات کرنی تو دوبارہ دوسری کال کا انتظار کے بغیر اگلے ہی دن مجھے اپنے آگے سے پتلا کرتے لیکن پھر میں میں تم سے غمزدہ ہوں۔ دیکھو ابھی

”کس بارے میں می؟“ سوال کرنے کا انداز اس کی جانب بانی کا ثابت تھا۔

”اچھا؟ اب یہ بھی میں تمہیں یاد دلاؤں کہ کس بارے میں۔ تمہیں خود بخود یاد نہیں ہے کہ تم نے کس بارے میں سوچنے کے لیے دونوں کا وقت لیا تھا اور اب ایک ہفتہ گزر جانے کے باوجود بھی منہ سے یہاں نہیں نکال رہے۔“ مئی کے لیے جس خت نکلی تھی۔

”جی ہوں اب میں آپ کی خواہش پوری کرنے کے لیے تیار ہوں۔“ اس نے لاڈ سے اس کی گردن میں بازو جامل کر لیا۔

”سلی بیٹا! میرا اصرار کرو کہ اپنی رضامندی کے ساتھ ساتھ اپنی پسند کے بارے میں بھی بتاؤ گا، ہم جلد از جلد اسے اپنی بیوی بنا کر اس گھر میں لے آئیں۔“ مئی بے انتہا خوش تھی۔

”ارے جی، میں نے تو کوئی نہیں ہے میری می! آپ مجھے چاہیں، ہو بیٹائیں۔“ وہ کی ایک لہر میں اس کی طرف دیکھ کر کہتی تھی۔

”کوئی پسند نہیں۔ اس پر بھی تم نے سوچنے کے لیے اتنا وقت لیا میں تو بھی تم کوئی مسئلہ ہے جو اتنی حال مٹل کر رہے ہو۔“ مئی کے لیے جس حیرت تھی۔

”تاہم تو اس لیے کیا تھا کہ شاید کوئی پسند آجائے لیکن آپ کے بیٹے کو کوئی چیز پسند آتا تھا آسان ٹھوڑا ہی ہے۔“ وہ زبردستی اپنے تجویز میں شہادت پیدا کرتے ہوئے بولا۔

”ارے جی، میں نے بیٹے میں کیا راز نہ پایا چل رہے ہیں۔ کچھ نہیں بھی تو پا چکے۔“ کمرے میں داخل ہوتے ہی شہ نے دونوں کو خواہ مخواہ سے بائیں کمرے کی طرف چھوڑ دیا۔

”رازی کوئی بات نہیں۔ چاہیں تو آپ بھی ہماری اس رینک میں شامل ہو سکتے ہیں۔ بلکہ آپ کو لانا شامل ہونا چاہیے۔“ آخر کو آپ کی اگلی ہونے سلیکشن کا مسئلہ ہے۔“ مئی نے خوشگوار انداز میں جواب دیا۔

”ہوں۔ تو یہ مسئلہ ہے پھر کسے معاملہ کیاں تک پہنچا۔“ فیب شہ قریبی کر پیٹھ سے ہونے پچھتے لگے۔

”رضامندی دی ہے آپ کے بیٹے نے لیکن لوکی کے سلیکشن کا معاملہ ہم لوگوں پر چھوڑا ہے۔ اب آپ بتائیے کہ آپ کی کیا رائے ہے اس سلسلے میں۔“

”جی، میرے خیال میں تو اتنی زیادہ سوچ بچار کی ضرورت نہیں ہے، تو ان کو کمرش میں محدود ہیں۔ چاہے مئی کے لیے بات کریں، چاہے ہادیہ کے لیے۔ دونوں ہی ایک جیسی باری ہیں۔“ فیب شہ کی رائے نے جنرل کو پلیدہ دینے پر مجبور کیا۔

”کمرے کو آپ بائیں ٹھیکہ رہے ہیں لیکن دونوں میں سے کسی کو سلیکشن کریں، یہ بھی تو مسئلہ ہے۔“ وہ مئی کے لیے روپ بھی گئی۔

”مئی تو ابھی اپنی اسٹڈی میں مصروف ہے اور درمیان میں اپنا تعلیمی سلسلہ توڑ کر شادی کے بیچ بیچتے میں پڑنا اس کے لیے مشکل ہو گا۔ البتہ ہادیہ فارغ ہے پھر اسے گھر واری کا شوق بھی ہے جس لیے میرے خیال میں وہ مناسب رہے گی۔ آخر غائبی کی شادی کے بعد اس گھر کو سنبھالنے والا بھی تو کوئی ہونا چاہیے۔“ دونوں لوگوں کا تجویز کر کے فیب شہ نے اپنی رائے دے ڈالی۔

”پڑ پڑیٹی! مئی اور ہادیہ سے ہٹ کر کوئی لڑکی سوچیں۔ میرے خیال میں یہ کچھ مناسب نہیں رہے گا۔“ بڑی دیر سے بدواہت کرتے جنرل شہ کا جذبہ بالآخر ٹوٹ گیا۔

”بھیل پر خود رازدار ہمارے فیصلے میں آپ کو کیا بات نامناسب محسوس ہو رہی ہے؟“ فیب شہ نے اسے گھورا۔

”وہ سمجھا کر ڈیڈی! مئی آپ کی بہن کی بیٹی ہے تو ہادیہ بھائی کی دونوں میں سے ایک کو سلکٹ کرنے کا مطلب دوسری کو رد بیچکٹ کرنا ہے۔ پھر جس کی بھی بیٹی بیچکٹ ہوئی وہ اپنے دل میں ملال تو محسوس کرے گا کیوں اس لیے بہتر ہے کہ آپ خاندان سے

باہر کہیں سوچیں۔“

”کہہ دو واقعی تم ٹھیک رہے ہو۔ دونوں بہن بھائیوں میں سے کسی کو بھی ناراض کرنا مناسب نہیں ہو گا۔“ اس کی بات سے فیب شہ کو قائل کر دیا تھا۔

”خاندان سے باہر کرنے کی بات ہے تو پھر صبر بھائی کی بیٹی مہین مناسب رہے گی۔ لیکن اس کا سبب شک ابھی ماسٹر کر رہی ہے۔ لیکن اس کی بیچکٹ لیا نہیں کہ شادی کے بعد منیج (Manager) نہ کر سکے۔ پھر وہ بھی بہت سنجیدہ مزاج اور رکھ رکھاؤ والی لڑکی، بڑی ہوسے روپ بھی فراہم ہے۔“ مئی کی رائے ڈیڈی کے بدل کو بھی گئی تھی جب کہ جنرل کے لیے تو کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ مئی کے علاوہ جو بھی لڑکی اس کی زندگی میں شامل ہو جائی ایک ہی بات تھی۔ ہادیہ کے لیے اس نے خصوصاً اس لیے منع کیا تھا کہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ ان کی دوستی کی محکوم کو یہ رشتہ حائر کرے۔ ہادیہ کے جنرل کی بوی بیٹے کی صورت میں مئی کے انداز میں بیٹی طور پر ایک، جھجک پیدا ہو جاتی تھی۔

”تاہم تم علینہ! یہ تمہاری بڑی مہلی کیا خبر دے گئی ہیں۔ جنرل کا رشتہ لے کر نہ باری ہیں وہ بھی صوبہ کی زمین میں کمرش ہو دو۔ وہاں جس میں انہیں دونوں میں سے ایک بھی دکھائی نہیں دی۔ چلو میری سخی تو ذرا اور اور اور گھر واری سے نا آشنا ہے لیکن بھلا ہادیہ میں کیا مئی جی جواسے چھوڑ کر وہ لوگ مہین کو بوجھانے کا فیصلہ کر بیٹھے۔ مئی نہ سنی ہادیہ سے تو جنرل کا رشتہ کیا جاسکتا تھا۔“

”خندہ خندہ ہو کے سامنے بھائی کی تاغیضانی کا شکوہ کر رہی تھیں۔ لیکن کلان علینہ بھائی کے ایک سالہ بیٹے کے ساتھ بھلتے اظفر کے کمرے ہو گئے۔“

”وہ بھلا کیوں رو دیتے ہیں جنرل سے ہادیہ کا رشتہ اس کام کے لیے ہم مگرے ہیں کیا۔“ ذریعہ خیالات کا اظہار بھی کیا گیا۔ اس کی ہادیہ کے لیے پند ہی دے

واقف علینہ بھائی کے لیے مسکراہٹ ضبط کرنا مشکل ہو گیا لیکن فی الحال اس کی دلجوئی زیادہ ضروری تھی۔

”جائے دین ای! جس کا جہاں نصیب ہوتا ہے وہیں رشتہ نائے جڑے ہیں۔ بتاؤ تو باری مہلی نے کہ جنرل نے خود خاندان میں رشتہ جوڑنے سے انکار کیا تھا اس لیے انہوں نے مہین کا انتخاب کیا۔ دیوے بھی مہین کی بیٹی لڑکی ہے پھر بڑے ہاؤس کے عزیز دوست کی بیٹی ہے۔ اس لیے میرے خیال میں تو بہت مناسب رہے گی جنرل کے لیے۔“

”میرے سنے کا مطلب یہ تھا کہ خدا خواستہ مہین ابھی لڑکی نہیں ہے شک ابھی ابھی لڑکی ہے وہ۔ لیکن پھر بھی دل میں خیال آتا ہے کہ لڑکیاں انہوں میں بیانی جاسی تو اچھا ہے۔ اب اگر وہ لوگ ہادیہ کو بلائے جنرل کے لیے تو مجھے زیادہ خوش ہوئی۔“ عائشہ یکدم نے فضا احتدی۔

”تو ای! ابیہ کر تے ہیں ہاں کہ ہادیہ کو ہم اپنے گھر لے آتے ہیں۔ اظفر کی دامن بنا کر گھر کی لڑکی گھر میں ہی آجائے گی اور اظفر میاں بھی خوش ہو جائیں گے۔“ اظفر کی بے ہنگام ملاحظہ کرنی علینہ بھائی نے ساس کو مشورہ دینے کے ساتھ ساتھ اس سے بھی پچھڑ چھا دی۔

”مشورہ تو واقعی تمہارا بہت مناسب ہے، میں کل ہی بات کر دی تھی۔ حبیب سے ہادیہ کے لیے بلکہ میرا خیال ہے جنرل اور مہین کے ساتھ اظفر اور ہادیہ کی رسم بھی مشترک طور پر ہی کر لیں گے۔ البتہ تم شادی ذرا وقت سے کریں گے۔ تمہاری مہلی تو چلدی میں ہیں۔ مہین چارہ سے زیادہ کا نام نہیں لگا سکیں گی۔ لیکن میری خوش ہو گی کہ اظفر کے ساتھ ساتھ مہین کی کو بھی منالوں۔ اس ذرا اس لڑکی کے وار ٹھکانے لگائے پس کے بہت سلام کی گئی تھی۔ دوش بننے پر مئی بیٹھی سے سارے محل کی طرف سے اسے سوائے اپنی ذات کے۔ لیکن میں ماں ہوں باپ بھائیوں کی طرح اسے گلے چھٹی نہیں دے سکتی۔ دینا

تو مجھ پر ہی الزام دھرے گی کہ ایک بیٹی اور عائشہ بیگم اس کی بھی تربیت نہ کر سکیں۔“ وہ موضوع سے ہٹ کر منی پر تبصرہ شروع کر چکی تھیں۔ اور اس موضوع پر وہ کتنی فصاحت اور بلاغت کے ساتھ بولی سکتی تھیں یہ بات سارا گھر ہی جانتا تھا۔ چنانچہ بیٹے کو گود میں اٹھا کر وہاں سے کھکنے میں ہی اظفر نے غایت جالی البتہ وہ جاتے جاتے علیحدہ کو ”بھابھی دی کرٹ“ کا اشارہ دے کر گیا تھا۔ آخرینا زبان ہلائے اس کے لیے ہادیہ کا مقدمہ تو امی کے سامنے انہوں نے ہی لڑا تھا۔

دو دل مل رہے ہیں
مگر چپکے چپکے
سب کو ہو رہی ہے
خبر چپکے چپکے

گیت کے بول فضا میں خوشوار سی پھل چارے تھے۔ کسی نے موقع کی مناسبت سے بہت خوب گانا منتخب کر کے لگایا تھا۔ اظفر کے پہلو میں بیٹی ہادیہ کے چہرے پر گلے کا ہرول آج رتا محسوس ہو رہا تھا، ابھی ابھی اظفر نے اس کی انگلی میں اپنے نام کی انگوٹھی پہنائی تھی اور اب دھڑا دھڑوٹو کھینچنے کا سلسلہ جاری تھا۔

”منی بیٹا! اب ہادیہ کو اسٹیج سے نیچے لے آؤ تاکہ مہرین اور جناب کی رسم بھی آج کی تاریخ میں انجام پا جائے بے چارے مہمان خواہ خواہ انتظار میں سوکھ رہے ہیں۔“ وقت کے از حد پابند ہاشمی صاحب نے آخر کار ٹوک دی۔

”یار ہاشمی! تمہیں دیکھ کر تو مجھے حیرت ہوتی ہے۔ تم کہاں خواہ خواہ بزنس میں بن بیٹھے۔ دراصل تو تمہیں فوج میں ہونا چاہیے تھا۔ جب دیکھو تب گھڑی کی سوئیوں کے ساتھ بھاگتے نظر آتے ہو۔“ ان کے ساتھ بیٹھے صاحب نے بے تکلفی سے ان پر چوٹ کی۔

”کامیاب بزنس میں بننے کے لیے بھی وقت کا ٹھیک ٹھاک حساب رکھنا بہت ضروری ہوتا ہے۔ دوست! بلکہ بزنس تو ہے ہی سارا انٹرنیٹنگ کا مکمل ڈرا بھی آپ نے فیصلہ کرنے میں دیر کی اور گیم آپ کے ہاتھ سے نکل گیا۔ البتہ یہ تم پولیس والے ہوتے ہو جنہیں ہمیشہ وقت گزرنے کے بعد ہی ایکشن میں آنے کا خیال آتا ہے۔“ صاحب ہاشمی نے جھولی جملہ کرتے ہاشمی صاحب اسٹیج کی طرف دیکھتے اطمینان سے بولے۔ جہاں ان کی ہدایت پر عمل در آمد ہو رہا تھا اور ہادیہ کو سہارا دیے منی اسے اسٹیج سے نیچے لارہی تھی۔

”آج شاید زندگی میں پہلی بار منی! تم بالکل صحیح وقت پر محفل میں موجود ہو ورنہ مجھے تو خدشہ تھا کہ آج کے دن بھی تمہارے ہمدانی صاحب تمہیں کہیں بڑی نہ کر دیں۔“ منی کے ساتھ ایک ٹیبل کی طرف بڑھتی ہادیہ نے آہستہ سے اس سے کہا۔

”بھئی۔ آج میرے دو اتنے پیارے پیارے دوستوں اور ایک عدد بھائی کی زندگیوں کے اتنے اہم لمحات تھے۔ بھلا آج کے فنکشن کا کوئی لمحہ میں کس طرح مرس کر سکتی تھی۔“ منی نے مسکراتے ہوئے اسے ایک چیز پر بٹھایا اور پھر ذرا الجھ کر سرگوشی کے سے انداز میں بولی۔

”ویسے ایک راز کی بات بتاؤں، آج ہمدانی انکل کو بھی یہاں آنا تھا اس لیے وہ مجھے روکنے میں کامیاب نہیں ہو سکے ورنہ شاید آج بھی۔“

”اگر آج بھی ایسا ہوتا تو تم اپنے دو عدد دوستوں اور ایک عدد بھائی کے ہاتھوں یقیناً قتل کر دی جاتیں اور تمہارے ہمدانی انکل بیٹھے تمہارے قتل کا مقدمہ لڑتے رہتے، اس لیے اچھا ہوا کہ یہ شاید سے آگے کا واقعہ وقوع پذیر نہیں ہوا۔“ ہادیہ نے اس کے بازو میں اپنے لیے ناخن چبھو کر اس کے ماکمل جملے کا مڑا چکھایا۔

”اف جتنی لڑکی! میرے بھائی سے ملتی ہوتی ہی دوستی بھول کر ظالم بھائیوں والا سلوک کرنے

گلین۔

”جیسا تو ہمارا خیال عالم ہوتی ہیں۔ بتاؤں ابھی علینہ بھائی کو کہ ان کی نذران پر کیا الزامات لگا رہی ہے“

بلدیہ نے دو حصہ کی دی۔
”کیا انسان اخلاقی سے یہاں شیخی رہی۔ زیادہ ہر چڑھنے کی ضرورت نہیں ورنہ لوگ سمجھیں گے کہ دین کو کچھ زیادہ ہی خوشی ہے۔ مٹکتی کی۔“ اس نے بلدیہ کو ٹوکا۔

”اوکے۔ تم یہاں شیخیوں ذرا دوسرے دوست سے دوستی بھاؤ۔“ مہربان اور غائبہ کے ساتھ اسٹیج کی طرف بڑھتے چند اور مہربان کو دیکھ کر وہ تیزی سے اس کی طرف لپکی۔

”وہ بیٹا! بسم اللہ کرو! دین کی انگلی میں انگوٹھی پہناؤ۔“ سرخ چٹائی ڈیزے چندب کے ہاتھ میں چلائے مہمانی جان لے اس سے اگلا۔

ڈیزے کھول کر اس میں سے ڈائننگ کی چکر جگر کرتی انگوٹھی لٹکائے چندب شاہ نے مل بھر کے لیے اپنے سامنے کڑی سی کٹی طرف دیکھا چندب نے خود بھی اس کی طرف متوجہ بھی اس لیے نظروں کا تصادم ہوا۔
”اف! کیا نہیں تھا چندب شاہ! اس ایک نگاہ میں۔“
شکوہ ترتب بھر کا دکھ سامنے کڑی محبت کو کھودینے کا غم۔

مٹی باغی کو کپال باری اپنی فصیلی دل رزتی ہوئی محسوس ہوئی۔ کون عاقل شخص کڑی اور کمال پیش کیا تھا۔ سرخ چٹائی ڈیزے پر انگوٹھی نہیں مٹی باغی کے جسم سے روح نکلی تھی چندب شاہ نے۔ وہ بے یقینی کے عالم میں سناٹ کڑی ایک ٹنگ سامنے کا منظر دیکھ رہی تھی۔ چندب نے انگوٹھی پہنانے کے لیے اپنا ہاتھ مہربان کی طرف بڑھایا تھا لیکن اس نے بے اعتباری ہی مڑ کر لی گئی۔ چندب کی ناگاہی اور مہربان کی بے ساختہ حرکت پر اور درگاہ کو کڑے کو کڑے ہاتھ چمتے لگاتے ہوئے چندب پر مٹی غیر فقرے چست کیے تھے۔

چندب نے بھی یقیناً ”مہربان کی اس حرکت کو

اس کا جذبہ قدرے تڑپا تھا۔

”مٹی! ایم سوری! اپنے قومی پرین میں نہ جانے میں آپ سے کیا فضولیات کر رہا گیا۔“ مٹی کی کھنکی کا احساس ہو کر وہ فوراً ”سنسل ٹریا۔

”ہائے داؤبے آپ ہیں کون؟ میرے خیال میں انکل صمد کے کوئی رشتہ دار ہیں؟“ سوال کرتے کرتے مٹی نے خود ہی اپنا اندازہ لگایا۔

انجینی کے قوطیت بھرے چہرے پر مسکراہٹ کی کرن چلی۔ ”آپ کا اندازہ بالکل ٹھیک ہے“ مہربان میرے ماموں کی بیٹی ہے۔ وہ جو اسٹیج پر آف وائٹ ساڑھی پہنے خاتون مہربان کے برابر بیٹھی ہیں میری بدمزگی۔“ اس کے اشارے پر مٹی نے دور سے اسٹیج پر چڑھ کر ڈانٹ ڈانٹ کر زیادہ فاصلہ کے باوجود اس نے خاتون کی شناخت کر لیا۔

”سماجیہ آئنی کے سینے میں آپ وہ تو دونوں سے کراچی کی کوئی ہوئی ہیں شاید آپ کئی ہی بیٹھے ہیں۔ جب ہی میری آپ سے ملاقات نہیں ہوئی۔“

”کراچی آئے ہوئے تو مجھے ایک بیٹے سے زیادہ ہوا یا ہے۔ کون میں یہاں آیا ہے۔ ہم نے کیا تھا اس لیے ایک دو تین کے گھر گھر ہوا تھا۔ مہربان کی مٹکتی اور اس کی یہاں آدھ کے بارے میں تو مجھے کئی مٹی نہیں تھا۔ وہ تو آج توھوڑی فرصت ملی تو سوچا ماموں سے ملاقات کر لوں۔ شام کے وقت پہنچا تھا یہاں مہربان نے زبردستی روک لیا۔ اب مجھ پر“ اس کنکشن میں شرکت کرنی پڑی ہے۔“ مٹی کو نہ جانے کھیں اس کے چہرے پر ایک تاریک سایہ ابرو اٹھ نظر آیا۔ اس کے سنے کہ وہ مزید غور کرنی چاہیے اسے وہ خود ہی کوئی چلی آئی۔

”کیا ہے مٹی! ابی! ابی! آپ کو ڈھونڈ رہی ہوں۔ سارے کنز کا گروپ فوٹو ہانا ہے اور آپ یہاں ہیں۔“

تیز تیز بولتے اس کی نظر مٹی کے سامنے بیٹھے غرض چڑی۔
”یہاں یہ اسد بھائی بھی یہاں تشریف فرما ہیں۔

چلیں شکر! دونوں گمشدہ ایک ہی جگہ مل گئے۔ اب ایک سیکنڈ کی بھی تاخیر کے بغیر فوراً ”آپ دونوں اسٹیج کی طرف چلیں ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔“ چاہیے کہ اس صراحت دونوں کو اپنی جگہ چھوڑنے کی تھی۔

محبت ماموں کے ہاؤس کا روپ ہوتی ہے۔

برستی ہے گھر کی ہے

ہون کی طرح چلتی ہے

محبت چمچیل ماموں اور باریوں کا گچ

محبت پرست ہوتی ہے محبت حیات ہوتی ہے

اپنا اپنا تجربہ ہے ورنہ اور کوئی مٹی باغی سے پوچھتا تو وہ

محبت بیٹی اپنا پرست شے کا نام ہے ”مار“ کا

لفظ قطعاً گوارا نہیں ہے جب تک خود سے لڑنے

والوں کو اپنا اس طرح نہ بنائے گئے چھین نہیں آتے۔

جیسے اس نے مجھے مٹی مٹی باغی کو اپنے آگے کھٹے کھٹے

پر مجبور کیا ہے۔ کھنکی انڈیا اور خود سرفروشی ہو کر مٹی مٹی

میں۔ محبت میرے در در دھکے دے کر ٹھک جاتی

لیکن میں اسے کان لیٹے اطمینان سے بھی رشتی۔

اسے بار بار فون لپوٹا ہے ایک بار بھی مجھے خیال نہ آیا

کہ کہیں جو مجھے روٹھ کر مٹی دیا ہوگا۔

اور بے مٹی کا یہ عالم ہے کہ میں اپنے در در کوئی

احتجاج نہیں کر سکتی۔ کسی کے سامنے کوئی قیاد نہیں

کر سکتی۔ اور وعد تو یہ ہے کہ اس درد کا کوئی علاج بھی

نہیں کر سکتی۔

راٹوں کو درد کر جانا اس کا معمول تھا۔ لیکن

صرف اسطرح کے لیے وہ کبھی کسی کے جگر میں رت

بگنے مٹانے کی کیا بات تو بھی اس کے وہم و گمان میں ہی

نہیں تھا۔ وہ لوگ قطعاً ڈیزہ بچے والیں گھر بیٹھے

تھے۔ کھنکی اپنی شہرہ کی۔ خیال تھا کہ سیر کر گئے

ہی بے سہہ ہو جائے گی۔ لیکن اب۔ جاتی انکھوں میں

غیر کا کوئی شائبہ تک نہیں تھا۔ ستر پر لیٹی وہ اپنے

آج کے احسانات کا تجزیہ کر رہی تھی۔ چندب کا

مہربان کی انگلی میں انگوٹھی پر تانا اور اس کی طرف دیکھ کر
مگر انا بھلا سے کیوں برا لگا تھا اسے عرصے سے اپنی
طرف متوجہ جنب کا کسی کی طرف دیکھا چند میں جھٹلا
کر کیا تھا یہاں میرے اس کے دل میں موجود جنب کی
خواہد بہت محبت تھی جس نے اچانک ہی سراٹھایا تھا۔
حد کرنے کی اس کی حالت نہیں تھی۔ اور پھر ایسے
معاملات میں حد کرنا بھی کون ہے۔ آج کی تعزیر
میں خاندان کی اور جان بچان کی بے شمار روایاں شریک
تھیں، لیکن میں باجی کی طرح تو کسی نے کوئی نہائی
میں پہنچنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ کیونکہ ان میں
سے کسی بھی لڑکی کو جنب شدہ اور مزین صدمہ کی منتظر
کئی اعراض تھیں۔

جنب کے پہلو میں بیٹھی مہربان کو دیکھ کر کسی کے
دل نے تڑپ کر احتجاج نہیں کیا تھا۔ کیونکہ ان میں
سے کسی کو بھی جنب شدہ سے محبت نہیں ہوئی تھی۔
محبت نے تو صرف مٹی ہائی کے دل کو اپنا برا کرنے
کے لیے منتخب کیا تھا اور اب ایک آگ کی طرح اس
کے تن میں کو جھلسا رہی تھی۔

کمرے کی خاموش فضا میں اچانک مہیاں کی
گنگناہٹ سنائی۔
ہائیں ہاتھ سے لڑکی کی صورت پتے آنسوؤں کو
صاف کرتے اس نے سہارے دریا میں داخل تھا۔ کبھی
یہ لڑکی بھی اس طرح آنسو بہاتی ہے اس کا قریب
ترین شخص بھی نہیں کر سکتا تھا۔
”کچھ کسی ہو مٹی!“ کچھ میں بے قراری سموتے

دوسری طرف بیٹھی تھا۔
”مجھے دیکھنے پہلے کہیں تو تم تمہارے اس پیاس
تھی جنب البتہ اپنی کسی دیر میں بھلا کھے کیا ہو سکتا تھا
کہ تم نے خیریت دریافت کرنے کی زحمت کر ڈالی۔“
”خیر آنسوؤں کو مٹانے سے آواز سے اس نے زبردستی
مجھے میں شامت پیدا کی تھی۔“
”اس پیاس ہونے کے بجائے کاش آج تم میرے
ساتھ ساتھ ہو میں مٹی“ جنب شاہ کی آواز میں
روٹھے ہالک کی سی آوازیں تھیں۔

”تم نے ان ہی فضول باتوں کے لیے فون کیا ہے
مجھے۔“ اس نے جانتے ہوئے مجھے لیے پی پی کی ایک۔
”تم شاید میرا مذاق اڑاؤ مٹی! لیکن سچ یہ ہے کہ
واقعی میں نے اس وقت تمہاری خیریت دریافت کرنے
کے لیے ہی فون کیا تھا۔ دہاں ہاں میں تم اچانک ہی
غائب ہو گئی تھیں اور پھر دوبارہ نظر آؤں تو مجھے ہنسا
میں کسی مٹی کی کوئی یاد رہا ہو۔ تمہارا رنگ پائیل
زرد ہو رہا تھا اور تمہاری آنکھیں اتنی سرخ تھیں مٹی!
کچھ میں ڈر گیا کہ کہیں ان سے کوئی نہ چھلک پڑے۔
آخر کیا ہو گیا تھا تمہیں اچانک! اور وہ اسے کیا بتائی کہ
اسے کیا روگ لگ گیا تھا۔ اس لیے مجھے سے بھانپنا
مٹی۔“

”میری آنکھ میں کچھ چلا گیا تھا“ زگرنے سے سرخ
ہوئی۔ مہربان کے لیے پانی ڈالا تھا آنکھ میں ساتھ
میں مارا مہیا آپ بھی برہم کیا۔ اسی لیے ہمیں چو
زور لگا رہا تھا۔
”چھوٹا ٹھیک ہے، تم آرام کرو۔ صبح کچھ بھی چائنا
ہو گا تمہیں۔“ دھڑبھڑے سے کتے جنب شدہ نے
لاٹن ٹھیک کھٹ کر دی تھی۔

”تم نے کیا بات کہی، میں کیا مجھے معلوم ہے
لیکن آج خود میرے معاملے کو تنہا سامی میری مجبوری
ہے اپنے دل کے اٹھنے کا وہ تو میں سمجھ سکتی ہوں
لیکن اپنے بندہ کو کوئی نہ بکھرا نہیں دیکھ سکتی۔“ فون
کی بے چارہ لائن اس کے ان الفاظ کو جنب شدہ تک
نہیں پہنچا سکی تھی۔

”میں نے تمہیں عاتش یازی کیس اسٹڈی کرنے
کے لیے کیا تھا۔ اگر تم نے اس کے نو سنا لے ہو تو
فورا“ میرے پیاس لے آؤ اس وقت میں فانی ہوں۔
ہم اس کیس کے اہم پوائنٹس پر ڈسکشن کر سکتے
ہیں۔“ مہربان نے ہوائی انٹرکام پر اس سے خطاب
تھے۔ پلاؤنڈل گرفت اور پڑھو وہ نے وہ فوراً اپنی
”اوکے سر!“ اپنی سیٹ سے ان کے روم میں

جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔ وکالت کے داؤ بیج
کھینچنے کا ایک تو اسے شوق بہت تھا دوسرے عاتش
یازی کیس میں اس کی اپنی خصوصی دلچسپی تھی۔
عاتش یازی معاشرے میں موجود ہے وقوف
عورتوں کی وسیع گنجین میں سے ایک عورت تھی جسے
تقدیر نے مخلوقوں کی لسٹ میں شامل کر دیا تھا۔
عاتش نے اپنے ایک کلاس فیلو سہیل کی محبت میں
اپنے خاندان کی دانتوں اور عزت کو روندنے سے نہ
سہا قہل سہیل سے کورٹ میں بیٹھی تھی۔ کورٹ میں
کرنے کی صورت میں جس طرح ہمارے معاشرے
میں لڑکے اور لڑکی کو پورا وقت کا سامنا کرنا پڑا ہے
وہی صورتحال ان دونوں کے ساتھ بھی پیش آئی تھی۔
عاتش نے والدین سے اس سے ہر طرح کا تعلق ختم
کر لیا تھا۔ جب کہ سہیل کے گھر والے بھی اسے ایک
ہو کی حیثیت سے عزت دینے کو تیار نہیں تھا۔

چنانچہ دونوں فیملی بیوی کرانے کے ایک کیفیت میں
موجود رہنے لگے۔ کچھ عرصہ تک معاملات ٹھیک چلے
رہے لیکن جب جذبات کو طوفان تھما تو دونوں ہی کو
اچھا نہیں لگتا تھا۔

سہیل تو مورخا۔ ہاں باپ نے برا بھلا کر کے آخر
اس کے لیے اپنے گھر کے دروازے کھول دیے، لیکن
اس شرط پر کہ وہ صرف تنہا وہاں آسکے۔ عاتش کو
اس گھر میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں تھی۔ عاتش
جونوں خلیق کے مرحلے سے گزرتی رہی۔ شاید
احساس تنہائی کا شکار ہونے لگی۔ ہاں باپ اور سرسرا
کا آسرا تو یوں بھی نہیں تھا اس پر سے سہیل بھی
گھٹن پٹانے کا گھر سے باہر نہ لگا۔

اسی تہذیب و اخلاص میں آمد کی پورائی فون اور ان
کے درمیان ہونے والی معمولی جھڑپوں نے باقاعدہ
جنگوں کی شکل اختیار کر لی۔ دراصل سہیل کو سامنے دیکھ
کر سہیل کو یہ ڈر سنا کہ کتنا عاتش جیسی عورت
جس نے خوابے ہاں باپ کی عزت کا خیال نہیں کیا
بھلا اس کی بیٹی کی حفاظت اور تربیت کیا خاک کر سکے
گی۔ اسے ایک مسئلے نے اسے اٹھا بھٹایا کہ وہ ایک دن

آدم کو لے کر دادا دادی سے ملانے کے بہانے گھر سے
نکلنا تو ایسا لوٹ کر نہیں آیا۔
بچی اور سہیل کی فکریں اور اوپر فون کر کے
انہیں دھمکتی اور روٹی بکلیں عاتش کو اپنے اٹھانے
کے انتظار کا صلہ سہیل کی طرف سے بیچنے گئے طلاق
نامے کی صورت میں ملا۔

وہ اس کے ساتھ نہیں رہتا چاہتا تھا کیونکہ وہ اس کی
نظر میں ایک بے گدار عورت تھی۔ خودی زندگی کا ہر دور
بند کر کے سہیل کا گھر ہانے والی عاتش کے لیے یہ
صدمہ بڑا جانک تھا۔ اس پر سہیل اس کی بیٹی اسے
دینے کو تیار نہ تھا۔ اگر وہ اب بھی یازی خاندان کا حصہ
ہوئی تو سہیل کو کتناں سے چھوڑا دیتی لیکن اس وقت صرف
ایک مطلقہ کی طرح سہارا عورت کی جو اوصاف کی
حلاش میں بھٹکتی ہوئی پلا رہی تھی۔ صاحب کی
مخلوقوں کے لیے چھائی کی تنظیم تک آچھی جہاں
اس کی ملاقات مٹی سے ہوئی اور اب مٹی اس کی مدد
کے لیے پوری طرح کمر بستہ تھی۔

”مجھے پوائنٹس بتا کر کے ہیں تم نے، لیکن مجھے
ایک حد شہ سے“ قائل نہ ہو کر نظر دوڑاتے ہوئی صاحب
اس سے مخاطب ہوئے۔

”وہ کیا سر؟“ اس نے پوچھا لیکن اسے اس کے
سوال کا جواب ملنے سے پہلے ہی انٹرکام بجھا۔
”فورا“ زبردستی ہونے لگی۔

دوسری طرف سے سیکرٹری نے ”یقیناً“ کی خاص
خصوصیت کی آدھ کی اطلاع دی تھی جو وہ ایک بہت
پرچوش نظر آنے کے تھے۔ ان کی ساری توجہ داخل
دروازے کی طرف تھی۔ اور پھر جو شخص گلاس ڈور
کھول کر اندر داخل ہوا اسے دیکھ کر مٹی بے سائنتہ
چوک بڑی وہ اسد تھا۔ مزین کا زائن اسد آج کل مہربان
کے گھر پر ہی رہ رہا ہے۔ یہ بات اسے معلوم تھی لیکن
انگل ہوئی سے اس کا کیا تعلق ہے وہ نہیں جانتی
تھی۔ البتہ جس پرچوش انداز میں وہ اس سے مل رہے
تھے اس سے یہ حقیقت واضح تھی کہ وہ کوئی خاص ہی
شخص تھا۔

”منیٰ ان سے ملو یہ اسد ہیں۔ وہی اسد جن کا نام اور تعلیمی ریکارڈ لاء کالج کے ہراسٹوڈنٹ کو یاد ہے۔“
 ہمدانی انکل کے تعارف کروانے پر وہ یکدم ہی متاثر ہو گئی۔ اس رات منگنی کے فنکشن میں اس سے ملنے ہوئے اسے قطعی اندازہ نہیں تھا کہ وہ اپنے کالج کے سب سے ذہین طالب علم سے مل رہی ہے۔ اسد نے اپنے تعلیمی دور میں سابقہ تمام ریکارڈ کو توڑ ڈالا تھا۔ جب کہ اب تک کوئی دوسرا طالب علم اس کے ریکارڈ توڑنے میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔
 ”اور اسد! یہ منیٰ ہاسٹی ہے۔ تمہارے بعد مجھے ملنے والا ایک اور ٹورنیا ب“ ہمدانی انکل اب اس کا تعارف کروا رہے تھے۔

اسد اس کی طرف دیکھتے ہوئے خوش دلی سے مسکرایا۔ منیٰ نے بھی اس کی مسکراہٹ کا جواب ایک دھیمی مسکراہٹ سے دیا۔ چھوہ لوگ آپس میں گفتگو میں مصروف ہو گئے۔ دوران گفتگو ہی منیٰ کو بتا چلا کہ اسد نے لاء کی تعلیم کراچی میں اپنے ایک چچا کے گھر رہتے ہوئے مکمل کی تھی، اس کا شمار ہمدانی صاحب کے سب سے چہیتے طالب علموں میں ہوتا تھا۔ وہ خود بھی ان سے بہت متاثر تھا اور ان کے ساتھ ہی پریکٹس کرنے کا خواہش مند بھی تھا۔ لیکن اس کے والد نے جلد ہی اسے مزید اعلیٰ تعلیم کے لیے لندن بھیجوا دیا۔ اور اب وہ فارغ تھا تو ماضی کی طرح اب بھی اس کا انتخاب ہمدانی صاحب کا چہیبہ ہی تھا۔

”آپ بہت خوش قسمت ہیں منیٰ! کہ آپ کو ڈگری ملنے سے پہلے ہمدانی صاحب جیسے قابل شخص کا ساتھ مل گیا۔ ایک بہترین رہنما کے بغیر تو یہ ڈگری کاغذ کے ایک ٹکڑے کے سوا کچھ بھی ثابت نہیں ہوتی۔“
 ہمدانی صاحب سے باتیں کرتے کرتے اچانک ہی وہ اس سے مخاطب ہوا۔

”میں جانتی ہوں۔“ منیٰ مسکرائی۔
 ”اے بھئی یہ بچی خود بھی بڑی لائق اور محنتی ہے۔ تم ذرا اس کے بنائے ہوئے ٹولس دیکھو، کتنے بہترین اور عمدہ ہیں۔“ ہمدانی انکل نے عائشہ نیازی

کیس کی فائل اسد کے ہاتھ میں تھمتے ہوئے پہلی بار کھل کر اس کی تعریف کی۔

”آپ کہہ رہے تھے سر! کہ آپ کو کسی قسم کا کوئی خدشہ ہے لیکن آپ نے اپنی بات کی وضاحت نہیں کی تھی۔“ منیٰ کو اچانک ہی اسد حوری رہ جانے والی گفتگو کا خیال آیا۔

”خدشہ تمہارے کسی قانونی نکتے کو نظر انداز کرنے پر نہیں، بلکہ اپنے سوشل سیٹ اپ کی وجہ سے ہے۔ عائشہ کی بیٹی صرف چھ ماہ کی ہے اور قانونی طور پر ماں ہی اتنے چھوٹے بچے کو اپنے پاس رکھنے کی حقدار ہے۔ لیکن عائشہ کی سہیل سے کورٹ میج اور اس کے والدین کا اتنا عرصہ گزر جانے کے باوجود بھی اسے قبیل نہ کرنا جب کہ وہ مشکل میں ہے، دو ایسے نکات ہیں جن کی بناء پر مخالف وکیل اسے ایک بدکردار عورت ثابت کر سکتا ہے، اور ایسی صورت میں بچی کسی صورت بھی اسے نہیں مل سکے گی۔“

”لیکن وہ ایسی لڑکی نہیں ہے سہیل سے کورٹ میج اس کا ایک جذباتی اور ناولی میں کیا ہوا فیصلہ تھا۔ جس کی سزا وہ بھگت رہی ہے۔“ وہ بے ساختہ ہی ہمدانی صاحب کو ٹوک گئی۔

”میں تم سے انکری ہوں بیٹا! لیکن عائشہ کے پاس ایک مضبوط سہارا ہونا ضروری ہے۔ ہماری تنظیم کے قائم کردہ ہاسٹل میں رہنے والی لڑکی جو اپنے اخراجات کے لیے بھی ہماری محتاج ہے بھلا بچی کی ذمہ داریاں کس طرح نبھا سکتی ہے۔ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کے جواب سے بچنے کے لیے کم از کم عائشہ کا اپنے ماں باپ سے رابطہ بہت ضروری ہے۔“ ہمدانی صاحب بہت دیر سے اسے سمجھا رہے تھے۔

”ٹھیک ہے سر، تو پھر میں خود اس سلسلے میں عائشہ کے ماں باپ سے ملاقات کر کے انہیں احساس دلاؤں گی۔ بچوں سے غلطیاں ہو ہی جاتی ہیں، اگر ماں باپ ان کی غلطی پر انہیں سنبھالنے کے بجائے تباہ ہونے کے لیے چھوڑ دیں تو پھر ان میں اور باقی معاشرے میں کیا فرق رہ جائے گا۔“ اس کا چہرہ غصے اور جوش سے

تختدار قتلہ

”کونے کر ل اچھے یقین ہے کہ اگر تم انہیں سمجھاؤ گی تو وہ عاتق کو دوبارہ قتل کرنے کے لیے تیار ہو جائیں گے۔“ ہدائی صاحب اس کے ارادوں کی پختگی کو بھی طرح جانتے تھے جبکہ ان کے سامنے بیٹھا اس پرست دہی سے اسے قائل تھا کہ کربے سے باہر نکلنے دیکھ رہا تھا اس کا ج کچھ خوش اور غصیلانہ انداز اس دیکھ کے سمجھ گئے اس فریہ اور اچھے ہوئے روپ سے قطعی مختلف تھا۔

”کریزی ہے، عورت کے حق میں کچھ کرنا ہو تو برویش ازم سے ہٹ کر ذاتی طور پر بھی سب کچھ کرنے کے لیے تیار رہتی ہے۔“ ہدائی صاحب نے اس کی نظروں کا زاویہ دیکھتے ہوئے مسکرا کر بتایا۔

اس کی کریزی لوگ ہی دنیا میں کچھ کرتے ہیں سرا۔“ اس نے جواب دیا۔

”تجما پھر اجازت دیجئے جلد ہی آپ کے کریزی اسٹاف کے ساتھ کام کرنے کے لیے آپ کے آفس کا رخ کریں گا۔“ کچھ دیر مزید ان سے گفتگو کا سلسلہ جاری رہنے کے بعد بلاخر اس نے ان سے اجازت طلب کی۔

”میں یہاں سے جانے کی اجازت ہے بیک میں۔“ لیکن صرف اس شرط پر کہ تم کل صبح سے ہمیں جوائن کرلو گے۔“ ہدائی صاحب کی خوش مزلی آنج اپنے صوبہ پر تھی۔

”جیسے آپ کا حکم سرا۔“ وہ بعد اوری سے سر جھکا کر آئس سے باہر نکل گیا۔

اپنی گاڑی کا دوران کھولتے ہوئے اس کی نظر منی پر پڑی۔ وہ جیسے بار بار دیکھتی تھی۔

فرینٹ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ اس پر ہر حال اس کے لیے اتنا اچھی نہیں تھا کہ وہ انیسویں صدی کی بیہوشوں کی طرح شریانی پانی اس کی لاش کی آفرود کر دیتی۔

”آپ نے بھی بتایا نہیں کہ آپ نے لاء کیا ہوا ہے، وہ بھی نہیں کراچی میں رہ کر تھا۔“ یہی کال ہے۔“ گاڑی کے روانہ ہوتے ہی اس نے اسد سے سوال کیا۔

”جی ہاں اس کا موقع ہی نہیں ملا پھر ہماری آپ کی ایک آدھ سرسری ملاقات کے علاوہ بات بھی نہیں ہوئی ہے جو اتنی تفصیلات میں چلنا جائے۔“ ایک اچھی ہوئی نظراس کے چہرے پر ڈال کر اس نے نظریں سامنے ٹرنک پر مرکوز کر دیں۔

”اس دن منی چلنے کے لیے فکشن کے بھی ہدائی انگل جلدی دلیں گے تھے، ورنہ شاید وہیں آپ دونوں کی ملاقات ہو جاتی اور ہم آپ سے اتالیق متعارف نہ ہوتے۔“

”منی کی بات پر وہ خفی سے اپنے ہونٹ ہچکچا کر رہ گیا۔ کہ نہ سکا کہ وہ اس دن دروازے کے اتنے شیعہ رہیلے ہیں گھر ابو اٹھا کہ ہدائی صاحب کو دیکھ لینے کے بعد چونچلی کرکے پناہ گاہ سے باہر نہ نکل سکا۔

”منی کی بات پر وہ خفی سے اپنے ہونٹ ہچکچا کر رہ گیا۔ کہ نہ سکا کہ وہ اس دن دروازے کے اتنے شیعہ رہیلے ہیں گھر ابو اٹھا کہ ہدائی صاحب کو دیکھ لینے کے بعد چونچلی کرکے پناہ گاہ سے باہر نہ نکل سکا۔

”اس کی بات پر وہ خفی سے اپنے ہونٹ ہچکچا کر رہ گیا۔ کہ نہ سکا کہ وہ اس دن دروازے کے اتنے شیعہ رہیلے ہیں گھر ابو اٹھا کہ ہدائی صاحب کو دیکھ لینے کے بعد چونچلی کرکے پناہ گاہ سے باہر نہ نکل سکا۔

مجھے یقین ہے کہ وہ ہمارے بہت بڑے بھائی ہیں۔
 ”نہ نہ نہیں۔ آپ ایسا کچھ نہیں کریں
 گے“ وہ خوفزدہ ہو کر ایک قدم پیچھے ہٹے۔
 ”میں ایسا ہی کرنا کا خواہش کرتا ہوں اور تمہیں
 چاہیے کہ تم میں تمہیں کسی اور کا ہوتے ہرگز نہیں
 دیکھ سکتے میرا دل ہی صدمہ سہہ نہیں کئے گا۔“ اس
 کے لیے میں بخون بول رہا تھا۔

”آپ کو اپنے دل کی فکر ہے لیکن وہ سہول کی
 عزت کی نہیں۔ اپنے دوست کو دیکھ کر وہ سہول کی
 چاہنے پر میرے ہاں کی خوداری اور اتنا کو مجھے نہیں پہنچے
 گی کیا ان کا دل اس قدر کوسرے گا؟ راجہ آجی جن
 کی طبیعت پہلے ہی ٹھیک نہیں اور جو بڑے اربابوں
 سے کل رات ہی اپنے بیٹے کو میرے ساتھ منسوب
 کر کے لی ہیں ان کا دل اس صدمے کو سہا سہا کرے گا۔
 فیصلہ اٹھانے پر کل اپنے سنگدل احباب کے سامنے
 مجھے اپنی ہونا مقرر کر کے ہیں ان کا دل اس رشتے کے
 ٹوٹنے سے ہونے والی بے عزتی کو برداشت کر سکتا ہے۔
 یہ سب سوچا ہے آپ نے؟ مجھے یقین ہے کہ ہرگز
 نہیں سوچا ہوگا۔ آپ میں کسی بھی معاملے کی نزاکت
 کو سمجھنے کی صلاحیت ہوتی تو آج آپ زندگی میں اس
 مقام پر نہ کھڑے ہوتے۔ مجھے بڑے افسوس ہے کہ
 رہا ہے سزا سزا کہ انہی بے شمار کامیابیوں کے باوجود
 بھی آپ زندگی کو بڑے بڑے افسانوں میں بری طرح قفل
 ہوئے ہیں۔ نہ آپ کو کل بھیجتا آتی تھی اور نہ
 آج رشتوں کا پل رہنا آتا ہے۔ آپ کل بھی اپنے
 لیے سوچتے اور جدوجہد کرتے تھے اور آج بھی ہاتھی
 کی پورا کے صرف اپنی خوشی چاہتے ہیں لیکن یاد
 رکھئے گا کہ آپ کی خود غرضی سے اس ستر میں بڑی بھی
 بھی آپ کی ہمدرد نہیں مل سکتی۔“

اس نے لفظ نہ لکھی تھی۔ ایک ہنگامے سے اس کے
 سامنے سے اٹھ کر چلی گئی تھی۔ ہنگامہ اس کے
 سے دور جاؤ کہ وہ ہاتھ اور آپ سے دور ہی اس کا منظر
 تھی۔ ماموں جان کے گھر ان کے لیے پہلے اصرار پر
 اگرچہ اس نے ہاتھ اختیار کر لی تھی لیکن مہربان سے

اس کا تعلق نہ ہونے کے برابر ہو گیا تھا۔ وہ کسی
 سے اس سے مخاطب نہیں ہوتی تھی۔ خود اس میں
 بھی اس کی طرف دیکھنے کا حوصلہ نہ رہتا تھا۔
 کر ایک عرصہ ہی تھی جو اس کے ساتھ چند پہلو
 موٹی باتیں کرتی اور نہ اب بھی پہلے کی طرح وہ ہاتھ
 اس کی بے پرواہی میں نہ رہتا تھا۔
 بہت تیزی سے مہربان عبداللہ کو اپنے دل و دماغ
 فراموش کر رہا تھا۔

”آپ کو یقین ہے اہل منی جی ہاں کہ کسی کا فیصلہ
 میرے حق میں ہوگا۔“ گھبرائی گھبرائی ہی مانگو
 نیاز ہی بار بار اس سے ایک ہی سوال کر رہی تھی۔ ان
 اس کے مقدمے کی آخری چٹی بھی پانچواں اس کا
 اظہار بالکل فیصلہ تھا۔
 ”تمہیں اس بات میں کوئی شک نہیں ہونا چاہیے
 عائدہ اتنے دنوں کی کارروائی سے تمہیں حالات
 اچھی طرح اندازہ ہو گیا ہوگا۔ سبیل اور اس کے وکیل
 میں اتنا دمی ہر گز نہیں تھا کہ وہ اس کے سامنے
 ٹک سکیں۔ اس کوئی عالم سے وکیل نہیں ہیں ان کا
 مقابلہ کرتے ہوئے بڑے بڑے لوگ گھبراتے ہیں اور
 تمہارا کیس تو بہت معمولی ثابت کیا ہے۔ اگر اس کو
 اس کیس میں انٹرنٹ نہ لیتے تو ہم کیس کی اوپر نہ
 کے وکیل کے ذریعے بھی یہ مقدمہ جیت سکتے تھے۔
 منی نے ہرگز ہر طرح سے اس کی تسلی کر دی۔
 ”عائدہ بیٹا! لیکن تمہاری ہی ہے اور میں صاحب
 کو بھی پریشان کر رکھا ہے۔ اتنے دنوں سے اس
 صاحب سے رہے ہیں ہم لوگ۔ ان کے جوہر کو
 چھپے ہوئے ٹھوس ہیں میں نے اسے اگر مجھے ان کی قابلیت
 پر دیا اور جب ہو تو میں خود تیرے لیے وہ سارا وکیل
 کر دیتا۔ ٹھٹ پر بچا تو نہیں ہے تیرا باپ کے تیرے
 لیے کچھ کر رہی نہ تھی۔“

اپنے والد کے الفاظ نہ کر عائدہ کا سر شرم سے
 جھک گیا۔ علی والدین تھے جن کی محبت کو شوکر مار کر
 اس نے اپنے والد کے الفاظ نہ کر عائدہ کا سر شرم سے

کھل جیسے ہاتھ دے غصے کے ساتھ چل رہی تھی
 اور ان اس مقام پر کھڑی تھی جہاں اس کے خاندان
 کی ایک لڑکی نے بھی قدم نہ رکھا ہو گا پھر بھی وہ خود
 است بھی کہ منی جی سے جا کر لائی۔ منی اور اس
 نے اس کے والدین کے سامنے اس کے لیے ایک بار
 تلاش کی کہ اس میں اتنا تھکا کہ پلا خروہ لوگ بیچ رہی
 تھی۔

اس کو خود نیاز صاحب کے اختیارات نے ہی یہ
 اور ان کے ہاتھ کی بات نہ تھی۔ بہت قریب قریب
 کی ایک عرصہ ہی تھی اور چند ہی بیسیوں کے بعد
 نے آج آخری فیصلہ سامنے کا اعلان کر دیا تھا۔ ورنہ
 اس کے حوصلے میں وہ بھی ہار مانی تھی
 کے استعمال کرنے کا سوچا ہے لیکن اب عائدہ
 ہادی کی بیک مضبوط تھی جبکہ اس کے مقابلے میں
 کمال کو وکیل اتنا ہار تھا اور نہ ہی اس میں طویل
 کے ساتھ مقدمے کو طویل دینے کی استطاعت تھی۔
 وہ ایک عام ملازمت پر غصہ تھا جو ایک بے آسرا
 عورت کو دیکھ کر شرم ہو گیا تھا لیکن یہ عورت جن
 مضبوط تھوڑا سا سہارا کھڑی تھی جن سے سبیل
 مر رہا تھا۔ لیکن ان میں ہمارے کی طاقت نہ تھی
 اس میں۔

”چلیے جی، آپ لوگ تیار ہو جائیے۔“ پانچ
 منٹ بعد ہماری پاری آئے تھے۔
 وکیلوں کے مخصوص بلیک کوٹ میں ملبوس اس کے
 اران لوگوں کو اطلاع فراہم کی اور اپنے ہاتھ میں پکڑی
 فائل کے سامنے الٹا واپس پلٹ گیا۔ عدالت نے
 ضابطے کی کارروائی مکمل کرنے کے بعد فوراً ہی
 مقدمے کا فیصلہ عائدہ نیاز کے حق میں سنایا تھا۔
 عائدہ نے اہل تھکا سہن کر جمل خوشی سے بے اختیار
 رو رہی تھی۔ منی کی آنکھوں میں بھی ہلکی سی
 آنسو تھے۔

”سہارک ہو جی منی! آپ جیت گئیں۔“ جلد ہی
 اس کو بھی وہاں چلا آیا تھا اور اب اس کے خوشی سے
 جتنا تھے چہرے اور آنکھوں میں جھپٹنے شگاف پانی کو

بڑے غور سے دیکھتے ہوئے اس سے مخاطب تھا۔
 ”سہارک بات تو مجھے دینی چاہیے تھی آپ کو اس
 کیس کے وکیل تو آپ تھے۔“ منی نے ہاتھ پر اختیار ہی
 مسکرائی۔

”میں بھی اس کامیابی کا کریڈٹ لینے کی اصل
 حقدار آپ ہی ہیں۔ سارا ہوم ورک تو آپ نے ہی کیا
 تھا۔ میں تو بس عدالت کے سامنے اگرچہ جھپٹنے بولنے
 کا سزاوار ہوں۔ اگر آپ کو ڈکری اور لائسنس مل چکا
 ہو تو آپ کا بھی کامیابی ہو جی۔ بلکہ شاید مجھے
 بھی کچھ وقت لگتا آپ کو اپنی بات منوانے میں۔ ابھی تو
 آپ کا فائل اس پر بھی مکمل نہیں ہوا تو آپ کی دہشت
 اور جی جی ہاندے جب صبح معقول میں فیصلہ میں قدم
 رکھیں گی تو یہ فیصلہ خوش خاں ہو گا۔ اس پرست بہت بدنام
 ثابت ہوں گی۔“ ایک رنگ کی طرف جاتے ہوئے وہ
 بڑے بڑے الفاظ میں سے سراور تھا۔

عائدہ اس سے بھی پہلے اپنے والدین کے ساتھ
 وہاں سے روانہ ہو چکی تھی۔
 ”مکمل ڈراپ کر دیں آپ کو؟“ اس کا گھر؟“ اس
 کے لیے فرخ ڈور کوٹے ہوئے وہ اس سے پوچھنے
 لگا۔

”گھر؟ خوشی کے موقع پر میں ہمیشہ اپنے گھر جاتا
 ہوں۔“ منی نے جواب دیا۔
 ”مکمل ڈراپ کر دیں آپ کو؟“ اس کا گھر؟“ اس
 کے لیے فرخ ڈور کوٹے ہوئے وہ اس سے پوچھنے
 لگا۔

وہ واقعی بے تحاشا خوش لگ رہی تھی۔ اس کا
 دوا لگی پر مسکرائے لگے۔ منی کی شخصیت کے سارے
 رنگ بڑے پورے اور ہنگامہ خیز تھے جو بہت آہستہ
 مہربان کے گھر سے گھرے گھرے مدھم انداز پر غائب ہوتے

”کہاں رہتی ہو مئی آج کل کے کسی کی دن گزر چاہے ہیں اور تم سے ملاقات ہی میں ہو پائی۔ ابھی تو وہیں تکی میں ہو تو مصروفیت کا یہ عالم ہے جب بن جاؤ گی تو شاید ہم لوگوں کو تم سے ملاقات کے لیے یا قلعہ پانٹنٹ لینڈ پارکے گا۔“

ہادیہ واقعی آج پڑے دونوں بعد اس سے مل رہی تھی اس لیے اس کا شکوہ بالکل بجا تھا۔

”میرا شیڈول تو شروع ہی سے لفٹ مارا ہے یا رہا لیکن شاید آج کل میں ہی وقت میں نکال پاری ہو ہماری طرف آنے کا ورنہ کوئی غی مصروفیت تو میں پالی میں نہ۔“

”خیر یہ تو نہ کو“ ہماری ایک خوشگوار سنی مصروفیت میں نظر تو آ رہی ہے اور ہم دعا گو ہیں کہ یہ مصروفیت مستقل ہماری ہم قدم ہو جائے۔ ہادیہ نے خوشی سے اسے چھیڑا۔

”کس کی مصروفیت کی بات کر رہی ہو تم میں کبھی نہیں؟ وہ چوہ گئی۔“

”اسد دیپالی کی۔ مصروف آج کل بڑی باقاعدگی سے ہمیں کیا ایڈز رہا ہے۔ نظر آ رہے ہیں۔ اچھا ہے کہ وہ عمل طور پر ذمہ داری اپنے سر لے لی۔“

”فین ہیں“ اسرار ہیں اور سب سے بڑھ کر ہمارے ہم پیشہ اور ہم خیال ہیں۔ ہمیں ہمارے کاموں میں سپورٹ کرنے والا اچھا ساتھی مل چاہیے گا اور پیچھو جان جو ہر وقت ہماری فکر میں گھلتی رہتی ہیں۔“

”پر سکون ہو جائیں گی۔“

”شٹ اپ ہادیہ! کیا افضل ہو اس کے چاری ہو۔“

اسد میرے ساتھ آٹس میں ہیں۔ ہم لوگ کام کے سلسلے میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ تمہاری تینویہ ماہندؤب سے ہو گئیں کہ جہاں ایک لڑکا اور لڑکی کو ساتھ دیکھا غلط مطلب لگانے لگیں۔“ اس کا انداز نکلی جھجھکیا ہوا اور غصیلانہ تھا لیکن ہادیہ نے کوئی

”تم شروع ہی سے ذہن ہو مجھے معلوم ہے اس لیے تم نے ایسے عقل مندانہ فیصلوں کی گئے کوئی اسہ نہیں لیکن میں نے ذہن! ہمیں خود کو بدلنا ہو گا۔ شاید ہمیں ایک نہ ایک دن کسی نہ کسی سے کرنی ہے اس لیے بہتر ہے کہ عقل سے کام لو اور اس شخص کو اپنا لائف پارٹنر منتخب کرو جو ہماری زندگی کی ترجیحات میں تمہارا ساتھ دے سکے اور اسد دیپالی ایسا ہے۔“

”چھاپا! جب کوئی بات ہو گی تو دیکھا جائے گا۔“

”تمہارا توبہ حال ہے کہ موت نہ کیاس؟ جولا سے سے قسم لکھا۔ اسد جیلتی نہ تھجے سے ایسا کچھ کہا۔“

میرے دل میں ایسا کوئی خیال آیا اور مجھ میں ورشوہ داریاں جوڑنے۔“ مئی کو ہادیہ کے خلوص پر کوئی شک نہیں تھا۔ لہذا اس سے مزید اچھے بات بات کو مل دینے میں ہی عافیت سمجھی۔

”چھاپو ذہنیہ بتاؤ کہ اس وقت کیا کر رہی ہو؟ اگر مصروف نہیں تو میرے ساتھ نیب انکل کے کپل چلو۔“

جانیے اور جنرل کی شکاری کی تیاریاں عروج پر ہیں اور اکیل راجہ آئی کو سب کچھ دیکھنا پڑ رہا ہے۔ وہ شاہاں ایک ساتھ نمٹنا پھولا کوئی آسان بات ہے اس پر سے بے چاری اپنی اپنی طبیعت کی خرابی کی وجہ سے بازاروں کے پکڑ چکی ہیں کشتیں۔ میں اپنی اکثریت کو نے کرکلی جاتی ہوں خریداری کرنے۔ بھی علیحدہ بھابھی ہاتھ باندھتی ہیں لیکن وہ بیچاری بھی کیا کریں؟ چھوٹے بچے کا ساتھ ہے اور ایک تم ہوئے وفا دوست۔ کبھی پوچھنے کی زحمت بھی کوارا نہیں کرتیں کہ تمہارے لائق کوئی کام ہے یا نہیں۔“ ہادیہ نے اسے تاراؤ۔

”پوچھنے کا فائدہ بھی کیا ہے یا راجہ میں بتا دے کہ وہاں میرے کمرے لائی کوئی کام نہیں۔ گئے گئے فیشن کا پتا ہے نہ ٹریڈ کی خبر دو پٹوں پر گونا گونا رنگ لگانے کا کاروبار بھی میں انجام نہیں دے سکتی تو پھر پوچھ کر کروں کیا۔“

”انسان کوئی کام کرے یہ ضروری نہیں مئی! ابھی بھی صرف کسی کام سے ہوتا ہی کٹا ہو تا ہے۔ تم کوئی ہادیہ کو جنرل اور جانیہ کو اچھا لگے گا۔ وہ ہمیں دیکھ کر فون ہوں گے۔“

”طانیہ کی بات الگ ہے لیکن جنرل کو مجھے دیکھ کر اچھا نہیں لگے گا۔ وہ میری موجودگی سے خوش نہیں ہو گا بلکہ اس کے سارے ذہن کو اڑنے لگیں گے اور شاید مجھ میں بھی یہ سب دیکھنے کا حوصلہ نہ ہو سکتی۔“

انھوں نے اینڈل آہرنے کا سطر دیکھا بہت مشکل ہوتا ہے۔ میں مصروفیات کے دائروں میں خود کو قید کر کے اپنے آپ کو اس محنت کے غراب سے بچانے کی کوشش کرتی ہوں۔ پوچھنے میرے لیے کتنی آسان میں نے اپنی ٹاولی سے اسے اپنے ہی ہاتھوں کھو رہا۔“ وہ یہ سب سوچ سکتی تھی لیکن اپنے کا اختیار کھو بیٹھی تھی۔

”کس سوچ میں تم ہو مئی! میں تم سے اپنے ساتھ ملنے کو کہہ رہی ہوں اور تم میرے میں ڈھپلی ہوئی ہو۔“

ہادیہ نے اسے ٹوک دیا۔

”چھاپتے ہیں۔ دے دیے بھی میرا P.C خراب رہا ہے۔ اچھا ہے جنرل کا P.C پوز کر لیں گی۔“ وہ شٹ سے ایک فال نکال کر چلنے کے لیے تیار ہو گئی۔

”ہمارے سڈھرنے کا کوئی امکان نہیں۔ تم جیسا کہو نہ کسی صاحب دل کے سمجھے لگتے سے بہتر ہے۔“

ہمارے ہی جیسے کسی منزل دیکھ کے سرگمک جائے۔ دونوں سارا دن کورٹ پکڑی کے چکر لگاتے رہتا اور رات کو اپنا ہو موڑ کر کرا۔ اگر درمیان میں دونوں میں سے کسی کو دوسرے کا خیال آجاتے تو کوئی لو پو لہ کر تیل کر دیتا۔ بڑے ہی سکھ۔ چچین اور آرام سے کورے کی زندگی۔ ہادیہ یہی طرح چپ کئی مئی اس کی بات پر لیکن وہ ڈیوٹی میں مسکراتی رہی۔

جنرل کسی کام کے سلسلے میں گھر سے باہر تھا وہ

آرام سے اس کے کمرے میں کمپیوٹر ٹیبل کے سامنے جا بیٹھی۔ پاس ورڈ اس کا جانا پچھتا تھا۔ اس لیے آرام سے لفظ ٹاپ کر کے مائیکر کی طرف دیکھنے کی لیکن اگلے ہی لمحے اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ اس کے ڈالے گئے پورے میں کمپیوٹر آن میں ہو گا تھا۔ تو کیا جنرل نے اپنا پاس ورڈ تبدیل کر دیا؟ اے جینی سے سوچتے ہوئے وہ اپنے نام کی جگہ مرن کے نام کی اسپیلنگ جنرل کے نام کے ساتھ ملا کر ٹاپ کرنے لگی لیکن اگلا ہی اس کے لیے مزید ہیران کر تھا۔ کمپیوٹر اب بھی آن میں ہوا تھا۔ وہ یوں کی طرح تمام ممکنہ لفظ ٹاپ کر کے دیکھنے لگی۔

”اچھا نکلی ایک ساتھ دیکھتے سے کیا۔ وہ ایک تک کی بورڈ پر اس کی انگلیوں کی حرکت دیکھتی رہی۔ اس نے اپنے ساتھ پیس ورڈ سے مئی کے نام کے خوف نکال کر Space ڈال دیا تھا۔ یہ تپاس ورڈ ڈالتے ہی اس نے اپنے سامنے موجود مائیکر پر دو رنگ کنڈیشن میں پلایا لیکن وہ ساکت بیٹھی رہی اس کی پشت میں بورڈ کی طرف آنے والا ہاتھ واپس چاٹکا تھا۔ اس نے دھیرے دھیرے کاسٹر نہ ڈالا۔ اپنی تمام تر دھاتوں کے ساتھ سینے پر اپنے دونوں ہاتھ لیٹھنے اس کے سامنے کھڑا تھا۔

”تم نے سوچا ہو گا کہ میری زندگی کسی اور کے نام نکلی جارہی ہے تو میرے دل پر لکھا نام بھی تبدیل ہو گیا ہو گا لیکن یاد رکھنا مئی! کسی کے میرے دل پر لکھی نام لکھا گیا ہے تو وہ میرا ہے۔ اور اب جبکہ تم نے اس نام کو لکھنے کا اختیار مجھ سے چھین لیا ہے تو میں کوئی دوسرا نام بھی نہیں لکھا جائے گا۔ میری زندگی میں جہاں تم نہیں ہو تو میں صرف ظاہر ہے ایسا بخاؤ بھی نہیں ہو گا۔“ وہ اپنے مخصوص جینی انمازش اس کی آنکھوں میں جھانکنا بڑی بے خوبی سے بول رہا تھا۔

مئی کو اپنا دل کولے کولے ہوتا محسوس ہوا۔ اسے لگا کہ وہ کچھ مل اور یہاں رہی تو جنرل شاہ کے قدموں میں کالج کی طرح ٹوٹ کر کھج جائے گی اور

وہ بکھرا نہیں چاہتی تھی کیونکہ جانتی تھی کہ یہ کالج بددلی کے راستے پر ٹھٹھٹھ کر چلے گا۔ انھیں قصہ قدیموں کو مزید ذہنی کرکوں کے کہ اس راستے سے واپس لینے کا کوئی اختیار اسے حاصل نہ تھا۔ وہ سریت دوڑتی اس کے کمرے سے باہر نکل گئی۔

"مگر میں آپ سے ایک بات کہوں تو آپ برا تو نہیں مائیں گی مئی! "اسد جیلانی نے گاڑی کو کھڑکی طرف جانے والے راستے پر ڈالنے اچانک ہی اس سے پوچھا۔ وہ آج پھر اس کے ساتھ اس کی گاڑی میں گئی۔

"یہ تو آپ کی بات پر فطرتاً گرا ہے اگر ارمانے والی بات ہو تو وہاں جانوں کی فوج نہیں۔" اس نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

"دوپے تو ارمانے والی بات نہیں لیکن تم اتنی مقدور لڑکی ہو کہ تمہاری نہیں چٹا کہ تمہیں کیا اچھا لگے گا اور کیا نہیں۔" وہ جھجکا۔

"ارے بھئی! جو کہنا ہے کہہ دیں۔ اگر مجھے آپ کی بات پر بھی کئی ڈھیر باغی خوش آئے ہرگز نہیں بھٹا۔ آپ مجھ سے بڑے ہیں۔" وہ مسکرائی۔

"میں اپنی ائی کو آپ کے چہرے کے پاس بھیجنا چاہتا ہوں۔ لیکن میں اپنا پولڈر سے کہہ دینا تو ایک لذت ہی تھی کہ چھوچھو کر اسے دوڑھ دوڑھ کر کھڑکی سے باہر اپنے ارد گرد والے رنگ کو دیکھنے لگی۔

"تمہیں شاید میری بات بری لگی۔" اسد نے انداز دیا گیا۔

"نہیں لیکن میرے لیے یہ بہت اچانک ہے۔ میں فوری طور پر یہ فیصلہ نہیں کر سکتی۔ مجھے کچھ وقت چاہیے سوچنے کے لیے اس کے لیے پھر اپنی آپ اپنی ائی سے کچھ مدت پہلے گئے۔ اس کے الفاظ اتنے شیر حوصلہ افزا نہیں تھے جتنے کہ میں کیوں اسد کو اس لمحہ بعد چاہتا لگا۔

جانیہ کی خالہ پاکستان آچکی تھیں۔ ان کی آمد کے ساتھ ہی دونوں بہن بھائیوں کی شادی کی بات تھکس کر دی گئی تھی۔ صرف ایک سالہ کا قلیل وقت تھا جس کے بعد جنرل شادی کی بات سے اس کا آخری اختیار بھی ختم ہو جائے زندگی کے اس موڑ پر وہ اپنے کوئی بہتر فیصلہ کر لینا چاہتی تھی۔ اسد کا یہ پولڈر اس کے سامنے تھا۔ وہ بالکل ویسا ہی تھا جیسا کہ اس نے اپنے لاکسٹ بائرن کے بارے میں سوچا تھا۔ وہاں لائق، آزاد خیال اور اس کے ساتھ اس کی ترجیحات کو بھانسنے والا نہیں پھر کبھی کوئی چیز جو اسے اسد کو ہلکے سے روک رہی تھی۔ شاید جنرل شادی ہی اور یہ غلط محبت تھی جس نے مئی اپنی ائی اور اس کے تھیلڈ کے درمیان دیوار کھڑی کر دی تھی۔ وہ لاکھ جاننے کے باوجود اس دیوار کو گرانے کی ہمت خوش نہیں پاتی تھی۔ وہ دہرے عذاب میں مبتلا تھی۔ محبت اسے اپنا ایر کر چکی تھی اور وہ نہ جانے اسے کوئی احتجاج بھی نہیں کر سکتی تھی۔

ایسے ہی اذیت ناک دنوں میں ایک روز بڑی ممانی نے اسے بلا بھیجا۔ اتفاقاً ہی آج اس نے کالج اور آفس دونوں جگہ سے چھٹی کر لی تھی۔ سبوں کے گھر باہر اس سے پہلے ہی مہم دوڑی۔

"شادی میں بہت تھوڑے دن رہے ہیں بیٹا! یوں تو کافی تاخیر ہو رہی ہے۔ اور جانیہ نے مل کر کر لے لی۔ لیکن اسے نکاح اور بے گھر ہونے کے بڑے پانی ہیں۔ خالی تو اس کی خالہ چھوڑنے کے لیے بالکل راضی نہیں۔ ساری بری اس کی پند سے تونا چاہتی ہیں۔ میرے دل میں خیال آیا کہ مرن کے لیے بھی دیکھ کا سوٹ اس کی پند سے تونا جائے۔ اکیلا وہ جنرل کے ساتھ جانے کے لیے راضی نہیں ہوگی۔ بہت مشکل ہی ہے اس لیے چاہتی ہوں کہ تم دونوں مرن کو لے کر جنرل کے ساتھ چلی جاؤ۔ اس کی جھجک بھی ٹوٹ جائے گی اور صلاح مشورہ کر کے خریدنے میں آسانی بھی رہے گی۔" ممانی کی بات نے اسے گرا ساس لینے پر مجبور کر دیا تھا۔ یعنی محبت کو ٹھکرانے کی اپنی سزا کافی نہیں

تھی کہ محبت اس سے روٹھ گئی تھی بلکہ اسے پیل لگے تھوڑی سے اپنے ہاتھوں اپنے دل کو کھل کر تھا تھا۔ ہر صورت وہ ممانی جان کی بات میں ٹپس سکتی تھی۔ سوجانے کے لیے تیار ہو گئی۔

ہزار ہزار ی مرن بھی ان کے ساتھ تھی۔ گاڑی میں وہ جنرل کے ساتھ فرٹ سیٹ پر بیٹھے کے لیے راضی نہیں ہوئی تھی۔ اس کے قتل کو ختم دیا پر محمول کرتے ہوئے باہر اسے لے کر کچھلی سینٹر چھ لگی تھی۔ "مجھو! " مئی کو فرٹ سیٹ سے نہایت بڑی تھی۔ جنرل کے ایک ٹھوہ بھری نگاہ اس پر ڈالی تھی جسے کہہ رہا ہو۔ "مگر تم چاہتیں تو یہ بہت سیٹ کے لیے تمہارے لیے مخصوص رہتی۔" مئی نے اس سے لگا کر اپنی توجہ کچھلی سینٹر سے موند ہوا اور مرن کی کھٹکی پر سٹیل کر دی تھی۔

باہر بہترین ڈریس ڈیر انفو تھی۔ اسے لیے پیشہ فیشن کے بہت سے قصصوں کے اگلا رہتی تھی۔ ابھی اس کے دھانوں کے وہ اپنی انداز سے ہٹ کر مختلف انداز اور رنگوں کے لباسات کے بارے میں مرن کو بتا رہی تھی۔ مرن کیلینڈر پر بھی اسے کھٹکیں جھدے رہی تھیں۔ یہ بات مئی نے محسوس کی تو لیکن نظرانواز کر لی لیکن مرن کا انداز پوری شایک کے دھانوں کا تم با تھا۔ باہر تھانے سے خود ہی اس کے لیے ایک سوٹ منتخب کر لیا تھا۔ یہ کافی رنگ کا غارہ سوٹ تھا جس پر ڈاک پر پیل لٹیکہ کے ساتھ موندی کا خوبصورت سلوک کام لایا تھا۔

"دیکھو مرن! اسے سوٹ لکھا ہے گا؟" باہر کے پوچھنے پر مرن نے اذیت میں سر ہلایا تھا جبکہ مئی کو بھی سوٹ پند آیا تھا۔

"اسے چھوڑ دیا۔ اسی اور کو مئی نیشن کا ڈریس پسند کرو۔" جیکہ مئی جنرل کے سوٹ کو رد کر دیا۔ "چلو ٹھیک ہے۔ کچھ اور دیکھ لینے ہیں۔ تمہاری دلہن نے پٹنا ہے اگر تمہیں یی پند نہیں آیا تو کیا قانع۔" باہر "فورا" ہی دوسرے سوٹ دیکھنے میں مصروف ہو گئی تھی جبکہ مئی نے قدرے چوک کر

سوالیہ نظروں سے جنرل کی طرف دیکھا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ یہ اس کا فلیورٹ ٹر ہے۔

"مجھے یہ رنگ تمہارے سوا کسی دوسرے پر اچھا نہیں لگتا۔" اس کی سوالیہ نظروں کے جواب میں اس نے مئی کے گلشن میں سرگوشی کی۔ وہ بے بسی ہو کر باہر کی طرف متوجہ ہو گئی۔ جواب لکھا انوری اور مینوں ٹھوس کا شرارہ عجب کے پتھی پتھی۔ کئی کھٹکیں کی خوار کی بعد وہ لوگ شایک بیگز اٹھائے شایک سینٹر سے باہر نکلے تھے۔

"تم لوگ ہمیں ٹھوہ میں گاڑی میں سے لے کر آنا ہوں۔ وہ سڑک کے اس پار کھڑی گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے پولا پولا آتے ہوئے بے اختیار ش کے سب سے مجبور۔ اسے گاڑی کو شایک سینٹر کے بجائے اس کے سامنے واقع ایک آفس کے سامنے پارک کرنا پڑا تھا۔

وہ لوگ خاموشی سے کھڑی اسے پر ہجوم سڑک کو کراس کرنا نہ کر رہی تھیں۔ اچانک ہی کو ایک تیز رفتار گاڑی نظر آئی۔ کوچ بہت تیزی سے جنرل کی طرف بڑھ رہی تھی لیکن نہ جانے وہ کئی خالوں میں ڈوبا ہوا تھا کہ اس کی توجہ اس کی گاڑیوں کے سامنے "جینرل۔" ایک گاڑی دوڑ کر آئی کے ساتھ وہ بے اختیاری اندازہ نہ سڑک پر دوڑی تھی۔ اس کی آواز پر جنرل چونک کر پیچھے مڑا تھا اور کیل بل بھر کا ٹھٹھا اس کی زندگی بچا گیا تھا۔ کوچ کن سے اس کے برابر سے گزری تھی لیکن مین ان ہی حالت میں دو ایلوں کی طرح اس کی طرف دوڑ کر آئی مئی کو ایک ٹیلی نے ٹکرائی تھی۔ ٹکرائی کے بعد وہ تیزی سے طرح اچھل کر سڑک پر گری گئی۔ مئی کی گاڑیوں کے بریک ایک ساتھ چرچا رہے تھے۔ ٹیلی والا براق رفتار کی اپنی ٹیکسی دوڑا تھا اس کے ٹھٹھا کیل یوں بھی ہر شخص کو اٹھا کر اس حالت میں ٹیکسی والے کا پس بلکہ اس لڑکی کا قصور ہے جو بالکل اچانک ہی دوڑتی ہوئی سڑک پر چھٹی گئی۔ لوگ بہت تیزی سے مئی کے گرد جمع ہو رہے تھے جس کا کافی لباس جگہ جگہ

نکلتے خون کی بنا پر اپنی رنگت کو بيشا قتلہ کسی کے کچھ کرنے سے پہلے جندب بے ہوش مٹی کو اپنی ہانہوں میں اٹھائے گا کہ طرف ہو قاتلہ اس وقت کسی شے کا ہوش نہیں تھا۔

ہانہ دوڑ کر اس کے ساتھ گاڑی میں سوار ہو گئی تھی۔ مٹی کا سر اس نے اپنی دوں پر رکھا تھا۔ ساتھ ہی وہ مہرین کو بھی آواز دی دے رہی تھی جو جھج میں پھنسی ان تک پہنچنے میں کامیاب نہیں ہو پا رہی تھی۔ جندب کو اس وقت جلد سے جلد مٹی کو ہسپتال پہنچانے کے علاوہ کسی دوسری بات کا دھیان نہیں تھا۔ وہ وہ مہرین کے گاڑی تک پہنچنے سے پہلے ران سے گاڑی دوڑا تا وہ اس سے نکل گیا تھا۔ پیچھے وہ تھا اس پر جھوم ہو کر بھڑکی ساکت نظروں سے سو کر پر تھے۔ پیکس کو دیکھ رہی تھی۔ ان پیکس میں اس کا عروبی جو ڈاؤر دیکر چڑیں جس باب سے کچھ دیر پہلے یہ پیکس شاپنگ بینک میں رہے جندب کے ہاتھ میں تھے اور اب وہاں جس شخص کو موقع مل رہا تھا وہ انہیں لوٹنے میں مصروف تھا۔ انہیں یوں لاوارث چھوڑ کر جانے والے کے لیے یقیناً ان چیزوں اور اس لڑکی کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ وہ چیزوں اس کے لیے اہم تھی وہ اسے انہوں میں ایک قیمتی شے کی طرح اپنی ہانہوں میں سمیٹ کر ہانہ سے چاٹ رہا تھا۔

”مہرین نے خود سے سوال کیا لیکن اسے جواب نہیں“ کی صورت میں ملا۔

”جیسے جی لڑکی چوس لے رہی اپنے چہرے کی اور کے نام رکھیں گے“ یقیناً ایسے ہی سلوک کی توقع تھی۔

بے دردی سے سوچتی وہ اس پولیس مین کی طرف متوجہ ہو گئی جو اس سے جانب کی تفصیلات معلوم کر رہا تھا۔

”وہ لڑکی سی ہو کے باہر بے چینی سے مثل رہا تھا اس کی روح کا سارا اضطراب جیسے اس کے قدموں میں اتر آیا تھا۔

”خدا کے لیے جندب اترتو تھی دیر کے لیے آرام سے بیٹھ جاوے۔ جندب اس طرح کھٹنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔“ ہانہ مسلسل کی کھٹنوں سے اس کا یہ انداز دیکھ رہی تھی پلاڑ خرا سے لوگ کی۔

”وہ تکلیف میں ہے ہانہ! اور تم مجھے آرام سے بیٹھنے کو کہہ رہی ہو۔ میرا اس میں چپکا کر اس کی ہر جوت اپنے جسم پر چالوں اور اسے پہلے کی طرح جوتا شکرا تا تم لوگوں کے درمیان لاٹھا کر دو۔“ اس کے دل کی دوا لگی اس کے لیے سے بھی عیاں تھی۔

”ہر شخص کو اپنے نصب کی تکلیف خود سنی ہوتی ہے اگر تم اس کے لیے کچھ کر سکتے ہو تو وہ صرف دعا سے اور تین کو کر دے گا میں اپنی طاقت ہوتی ہے۔ اگر کوئی کسی کی تکلیف لے سکتا تو سب سے پہلے خود پر پھونکا اپنی اکوٹی مٹی کی تکلیف اپنے اوپر نہیں لیکن دیکھو انہوں نے بھی دعا کا واسن تمام رکھا ہے۔ جاؤ تم بھی اپنے لیے تکلیف کھینچنے کے بجائے رب سے اس کی زندگی اور صحت مانگو۔“

اس کی دوا لگی کو محسوس کر رہی تھی اس لیے اس کا ہاتھ چڑھ کر سب لوگوں سے ڈور لے لے گی۔ ہانہ نے راستے میں ہی جندب کے موٹر سے لے کر فون کر کے کھڑے والوں کو حوالے کی خبر دی تھی چنانچہ ان لوگوں کے ہسپتال پہنچنے کے کچھ ہی دیر بعد سب لوگ وہاں جمع ہوئے تھے۔

”اگر اسے کچھ ہو تو اس سے پہلے میں میرا جان گا ہانہ!“ وہ بات مضبوط گوچا پورا مرد اس کے سامنے کھڑا رہا اور قاتلہ رہا قاتلہ ہانہ دوسرے سے اس کا ہاتھ تھمک کر رہ گئی۔ آسو تو خوا اس کی آنکھوں سے بھی ہمارے جاری تھے۔

سر پہلے تھیں ذرا بھی میرا خیال نہ آیا۔ کتنا ترشیا ہوا ہے مجھے تمہاری تکلیف نے دل چاہتا تھا تاں اس کی ہل دوڑے سے رونے والوں وہ ساری چیزیں جو اس کی ہانہ پر چپکا کر چالوں لیکن ہانہ سوچ کر اس کے سکا کہ اب تو یہ دھوکہ تمہاری اہمیت ہے۔ تم ہانہ کی جان خطرے میں ڈال کر کھینچے ہو۔ ہانہ نے اس کی اس جان کی قدر ہو۔ میرا تو مٹی اختیار رہا ہی اس زندگی پر۔“

اس کا ہاتھ اس نے ہانہ میں تھا ہے پنی دوا لگی سے رہا قاتلہ۔ حوالے سے پنی شہید چہرے کی مٹی میں اس کے کھڑے والوں کی بے پناہ دعاؤں اس کی مظلوموں کے لیے کی گئی تھیں اور رب کی مہربانی سے اسے نئی جان عطا کی گئی۔ پورے ایک مہینے سے وہ ہسپتال میں تھی۔ اس دوران جندب کی شادی کی ڈیٹ آکر گئی تھی۔ وہ اس کی عدم موجودگی میں دوا بیٹنے کو نہیں ہوا تھا۔ البتہ چاہیے کوچہ نہ خالہ اپنے ساتھ لے کر لے جانا چاہتی تھی اس لیے اسے مقرر کر دیا۔

مہرین کی رخصت کر دیا گیا تھا۔ مہرین سے اس نے ہانہ کی بیکس لے لی۔ شادی ملتوی کرنے پر بھی اور اپنے اہل خانہ کے دوسرے پر بھی اس روز مگر ہر تمام ہانہ کی مہرین کو ایک پولیس آفیسر نے کھڑے کیا تھا۔

”تم نے ایسا کیا کیا مٹی!“ اس نے اس بار کوئی شے میں انساں دل دیا تھا۔ مٹی اس کے اندر اپر کھڑے کر سبیل گئی۔

”مٹی دھو تو سب کو بتا چکی ہوں جندب! وہ ایک طعنائی حرکت تھی۔ تمہاری طرف ہر ہوش کو کچھ کو کھڑے کر میں بے ساختہ ہی مڑ کر کی طرف نکلی تھی۔

”ہاں ہی نہیں چل سکا کہ میں کیا کر رہی ہوں۔“ ہانہ کی بار کی بتاتی بات اس نے اس کے سامنے ڈال۔

”ابلیں تمہارے سوادہ لڑکیوں اور بھی تمہیں مٹی! اب تمہاری ہی طرح میری بچپن کی دوست اور کرنز کو دوسری میری ہونے والی ہوئی۔ انہوں نے بھی ہماری طرح سب کچھ دیکھا تھا لیکن وہ تو یوں دوا لگی وار

خواتین ڈائجسٹ پبلی کیشنز

کی ایک خوبصورت پبلیشنگ
نامور مصنفہ رضیہ جمیل
کا ”ساگر دریا بادل پوند“
کے مشہور معروف ناول

اگر وہ وہ عرف کا

اب کتابی شکل میں شائع ہو گیا ہے
☆ خوبصورت سرورق
☆ مضبوط جلد
☆ آفٹ پیپر

قیمت صرف =/300 روپے

کتاب منگوانے کے لیے
آج ہی =/330 روپے
کا منی آرڈر یا بینک ڈرافٹ
اور سال فرمائیں۔

لئے کا پتہ
مکتبہ عمر ان ڈائجسٹ
37 اردو بازار کراچی

”رودرگا! تو جانتا ہے دلوں کا حال“ میں جی نہ
سکوں گاجاؤ سے کچھ بھی سوچا۔

”ایسا کیوں کیا تھا دوست! میری طرف آئی صحبت

میرے لیے نہیں دوڑی تھی پھر تم کیوں خود سے
اقتدار کو کھینچیں۔" وکیل وہ بھی لیکن جرح وہ گہرا
قہار۔

"میں کیا کہہ سکتی ہوں اس بارے میں۔ ویسے بھی
ایک ہی حادثے پر مختلف لوگوں کا رد عمل مختلف ہوتا
ہے۔"

"یہی تو میں بھی کہہ رہا ہوں تم سے۔ اس دن تمہارا
رد عمل سب سے مختلف تھا کیونکہ تمہارا جذبہ بھی
سب سے مختلف تھا۔" وہ جو کہہ رہا تھا۔ منی آ نکلیں
ملا کر اس حقیقت کو رد نہیں کر سکتی تھی۔ سو نظر چرا
گئی۔

"وہ محبت تھی ناں منی! جس نے تمہیں ہوش و
حواس سے بیدار کر دیا تھا۔ میں جانتا ہوں محبت کے سوا
کوئی جذبہ اتنا طاقت ور نہیں ہوتا جو کسی دوسرے کی
خاطر انسان کو اپنی جان پر کھیل جانے پر مجبور
کر دے۔" اس کی گواہ دہشتی ہوتے ہوئے سرگوشی
میں ڈھل گئی۔

"منی کی آنکھوں سے آنسو نکل کر اس کی کتھن پر
سے بہتے ہوئے تھے میں جذب ہوتے لگے۔"
"میں کیا خود پر اور کچھ پر یہ ظلم اٹھاری رہا میں تو
کوئی ظالم سلج بھی نہ تھا پھر کیوں مجھ پر اپنی طرف
آنے والے راستوں کو بند کر ڈالا۔ جب مجھے محبت
تھی تو اس کو تسلیم کیوں نہ کیا زندگی کو درد کا سہرا
بٹایا۔" اس کی زبان پر ان گنت سوالات تھے۔ وہ پہلے
سے بھی زیادہ شدت سے رونے لگی۔

"تمہاری نہیں چلا چلا۔ تجربہ نہ ہو سکی مجھے کہ تم
کتنی خاموشی سے میری جڑوں میں بیٹھے ہوئے ہو اور
جب جبرونی تو وقت بابتھ سے نکل چکا تھا۔
"وقت نہیں نکلا منی! وقت ابھی ہمارے ہاتھ میں
ہے۔ میں کسی ڈیڑی سے بات کروں گا۔ وہ دن جائیں
گئے انہیں ہماری خوشی کی خاطر بٹائی چڑے لگے۔"

اس کی بات سن کر وہ صراخا۔
"میں جذباتی ہوتا ہوں۔ میں کروے کروے تمہارے
عملی پر کوئی پریشر نہیں ڈالو گے یہ معاملہ صرف

تمہارے ہمارے گھر کا مسئلہ نہیں۔ یہ ایک
گھر کا بھی مسئلہ ہے کیا میں گھر سے باہر جاؤں
کہ ان کی ابھی پہلی خوبصورت زندگی اس
مکتبی کے بلحاظ اپنے آپ کے عزیز دوست
سے کیوں بھڑک اڑی تھی۔ کیا ہو گا کیا ہو گا۔ ہمارے انکل
ہاموں جان کی دوستی کا۔ اور کیا کروے تم نے جب

میری طرف انگلیاں اٹھائی گے میرے کرہ
شک کر س گئے کیا سہرا کیا جانے گا تم سے
بے دلی جو پور لگایا کیا الزام؟۔ اس نے اس کی
رگ کو پکڑ کر اسے پس کر دیا تھا۔

"میرے بہت ہی ہوشیار دوست میری اور اس سے بھی
کہ میں تم سے بے درد ہوئی سے محبت کر رہا ہوں۔
تو اب وہ اس کے کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

ہائیو جو آج منی کی کپاس ہاسپٹل میں تھی وہ
تھی اور جنرل کو اس سے تنہائی میں بات کرنا
موقع فراہم کرنے کے لیے بارہا لائن میں بے صبر
چراغ بجائی تھی۔ باہر نکلتے جذبہ کے قدوں اس
کو ڈھک دیتے اس کی شکست بھانپتی تھی۔ آؤ اس کے
قطرے نکل کر اس کے رخساروں پر بہنے لگے۔

کے دو عزیز ترین دوست تکلیف میں تھے اور وہ
بس بھی نہیں تک کے وہ ملاپ کے لیے وہ بھی نہیں
کر سکتی تھی۔ کیونکہ ایسا کرتے ہوئے ایک تیسرا
ہستی کا چہرہ اس کے سامنے آتا تھا حالات کی اس
رجح میں نتیجہ اس معصوم لڑکی کا کوئی تصور نہیں تھا۔

"میں تمہاری دھکیلوں سے ہرگز بھی مر رہا
نہیں ہو سکتا۔ اس لیے مجھے کہہ کر لوگ مجھے ڈرا
دھمکا پھوڑ کر خودی گرفتاری دے دو۔ ورنہ قاتلوں
کے ہاتھ تو ایک دن تمہیں گرفتار کر ہی لیں
گے۔"

صدا صاحب کی گواہی شے کی جھلک واضح طور
محسوس کی جا سکتی تھی۔ ناشتے کے لیے ڈانٹک تھیل
کے گرد بیٹھی ان کی نیلم اور مرہن، مہرین چونک کر

میں کھینچ لیں۔
"پوئیس کی نوکری میں برسوں گزارے ہیں۔ تم
جو ملک چھاپ بھندوں کی گفٹ بھجیے گے
کر دیا تو مجھے سمجھے یہ ملازمت ہی چھوٹی پر جانے
کی۔" غصے سے کہتے انہوں نے ریشمور کرپٹل پر رخ کیا

"خیریت ملا! کون قاصح مج کو آپ اتنے غصے میں
تھے۔" تو اس کی پیٹ ان کے سامنے رکھتے ہوئے
مہرین نے پوچھا۔

"میں نے اپنا ایک معمولی سا سفینہ ہے لیکن آج
اس کا کام منظم کر لیا ہے اس لیے اچھا پھر رہا ہے
وہاں پہلے اس کا ایک آؤی گرفتار ہوا تھا۔ اس کے
ایسے نہیں اس سفینہ کے لیے غیر قانونی بھندوں اور
ادل کے بارے میں معلومات حاصل ہونے کی امید

ہے۔ فی الحال اس کے آؤی نے زبان میں کھولی ہے
اور چاہتا ہے کہ اس کی زبان کھلے سے پہلے ہی ہم
کو چھوڑ دیں۔ پہلے پول رشت کا لالچ دیتا رہا جب
لگا کہ اس سے کلم نہیں ملے گا تو دھکیلوں پر اتر آیا۔
میں نے اسے گاؤن بھر حاصل کر لیا ہے۔ اسی لیے
آؤی فون کر کے دھکا ہوا تھا کہ پول کھلے کے اندر

اندھیرا آؤی رہا ہوا چاہتا ہے ورنہ پیچھے کے ذمہ دار
کو دھکے۔ انہوں نے تصدیق کی۔

"میرے صاحب! ڈرا! سٹیل! چلے آؤی کل زمانہ
بہت خراب ہو گیا ہے۔ لوگ پہلے کی طرح پوئیس سے
میں ڈرتے اور ڈرتے بھی کیوں پوئیس سے زیادہ اسلحہ

اور دواں ہیں ان لوگوں کے کپاسی، اور یہاں اگرچی کا
مال تو بہت ہی خراب ہے ہر شخص اپنی جگہ پہنچنے
ملا نہ پھر چکا ہے۔ کتنے تو پوئیس والے ان لوگوں کی زد
میں آ گئے ہیں۔ کتنے تو پہلے بھی کہتی ہوں پھر چھوڑیں
پوئیس کی نوکری۔ شاعرانہ انداز میں اچھا لگا تھا۔ خود
پ کی اپنی زمینیں ہیں جس سے اتنی آمدنی تو بہر حال ہو

جانی ہے کہ پتیلی کی کمانجن جو نہ ہوتا ہے۔
بیکھر میرے پیش کی طرح اپنے شوہر کو سمجھانے
لیں۔ انہیں شروع سے میرے صاحب کی یہ نوکری

پہنچ نہیں تھی جس میں ہر وقت جان سولی پر لگی رہتی
تھی۔

"موت کا وقت آنے سے پہلے کوئی شخص نہیں
مرتا اور جب وقت آجائے تو کوئی احتیاط آؤی کو بچا
نہیں پاتا۔ لہذا ایک ایک بات سے ڈر کر جو ہر صورت

ایک نہ ایک دن ہوتی ہے آؤی بڑلوں کی سی زندگی
کیوں گزارے۔ لوگ بے جھگ ہماری نوکری اور
میں بری لگا ہے۔ دیکھتے ہوں، لیکن میرا انداز میرو
معتن ہے بل کہ میں نے پیش اس کو نوکری کو
ایمانداری سے نبھایا ہے اور میں اپنے ملک کا ایک کار

کد شری ہوں۔"
"میرے ملا ہیں ہی بہت گریٹ آؤی، میں تو اپنی
سب دوستوں کو پیلا کے کارٹے سٹائی ہو چکا! آؤی

صاحب کے سب دوست ملا ہے۔ میں نے انہیں سہارا دیا۔
میرے ملا ہیں، میں سارے جیسے بہترین نے
بڑی بہن کو قائل کرتے ہوئے بتایا۔

"میں جانتی ہوں گویا! لیکن پیلا کو مسک لگنے کے
بجائے جلد جلدی یہ بدھو لگے سلاں کھاؤ گا کہ دین
آنے سے پہلے فار ہو جاؤ۔" مہرین نے اسے پھینکا۔
"دیکھ رہے ہیں پیلا! مہرین کیا بھڑے کر کہا الزام

لگا رہی ہیں۔ آپ تو دیکھتی ہی میری ہر بات نہ سہول
جالتے ہیں پھر بھلا مجھے آپ کو کھن لگانے کی کیا
ضرورت ہے۔"

"یہ تو واقعی مہرین! تم ہماری ڈائی لٹی کی ساتھ
زیادتی کر رہی ہو۔"

مہرین کے کھوکھ بھرے انداز پر صدا صاحب نے
مسکراتے ہوئے مہرین کو ٹوکا۔ اس سے پہلے کہ مہرین
بولا۔ "مجھے کتنی بار سے دن کا باڈن سٹائی دیا۔ مہرین
بیک اٹھا کر جلدی سے باہر کی طرف چل دی۔ البتہ
جالتے جالتے وہ مہرین کو منہ چڑھاتا نہیں تھی۔ اس
کی اس حرکت پر مہرین اپنے پیلوں پر پھٹنے والی بے

ساتھ مسکرا کر اسٹوڈنٹ میں پائی تھی۔
"تم بڑی ہو گئی لیکن ابھی بچوں والی حرکتیں
کرتی ہے۔" محبت سے کہتے ہوئے وہ اپنی چائے کی

طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

”ہمت دن ہوئے آپ سے ایک سوال کیا تھا۔ آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔“

ایک کس کو اس کے ساتھ ڈسکس کرتے کرتے اچانک ہی اس نے اس سے کہہ دیا ابھی چار دن پہلے ہی اس نے دوبارہ آئیں جو اس نے کر لیا تھا ہسپتال سے ڈسچارج ہونے کے بعد ہی اس کی زندگیوں تک اس کے لئے نکلے دینے کے لیے تیار نہیں تھیں۔

”دراصل اس ایکسڈنٹ کے بعد میرے جواس ہی پہنچ نہ ہو سکے کہ میں اس بارے میں کچھ سوچتی۔ اب آپ نے یاد دلایا ہے تو انشاء اللہ غور کروں گی۔“

”یاد دلایا ہے، مطلب آپ اس بات کو فراموش کر چکی ہیں۔“ منیٰ کے جواب نے اسد جیلانی کو سخت یوں کیا۔

”آپ پہلی بار نہیں اسد صاحب! وہ حادثہ تھا ہی اتنا شدید کہ واقعی مجھے کچھ یاد نہیں آیا“ سوائے اس حادثے کے میں بطور خاص صرف آپ کا مسئلہ ہی نہیں بھولی تھی۔ اور بھی بہت سی باتیں میرے ذہن سے نکل گئی ہیں۔ مثلاً،“ عیندہ بھائی اور میرا چاچا کی شادی کی سالگرہ کا دن بھی میری یادداشت سے نکل گیا تھا۔ اور جب میں وقت پر بھاگتی تھی مجھے سے شکوہ کیا تو مجھے شرمندگی اٹھانی پڑی۔“

”کیسے میری آج تک مجھ میں اتنی کمی تھی کہ تم نے اس روز انی اعتقاد حرات کی کیسے اچھی مہلی پاشور لو کی ہوا پائل چپوں کی طرح کا عمل کیا تھا تم نے۔“

”ہو نا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اچھا بھلا عقلمند فیض اعتقاد حرکت کر بیٹھتا ہے جیسے اس وقت آپ بغیر کپے لگائے پیٹن کو اپنے کمرٹ میں رکھنے کی حلفت کر رہے ہیں اور نتیجتاً آپ کی جیبر میرے ساتھ رہے لگے چوٹ کے نشانی کی طرح ایک دواغ لگ چکا ہے۔“

”منیٰ کے شرارت بھرے انداز میں احساس

دلانے پر اس نے چونک کر اپنی جیب کی طرف دیکھا جہاں وہ اپنی سیاہی کا نشان بڑبڑکا تھا۔ وہ اپنی اس غیر اختیاری دلچسپی پر جینے پر آیا۔

”یہ کیا ابھی تک یونیورسٹی سے واپس نہیں آئیں۔ وہ تو مجھ سے بھی پہلے گھر پہنچ جاتی ہیں۔ ان کی خاص بات ہے کہ کبھی چاہتے وقت آپ سے کہہ کر گھر کی جیں وہ۔“ کچھ ہمرن کے انتظار میں منیٰ عزیز نے کچھ پریشان ہو کر گھر کی طرف دیکھا۔

”ہوئے کس سے یونہی۔“

”میں کچھ بھی نہیں کہہ کر گئی تھی۔ میں تو یہ کہ جب سے پریشان ہو رہی ہوں۔ پوائنٹ سے گئی تھی خدا خیر کرے۔ میں تو کھانڈہ اور انتظار کرتی ہوں کہ وہ پھر بھی نہیں آئی تو فون کر کے تمہارے پیلا کو اطلاع کروں گی۔“

”بیکر صبر کر لے میں بھی پریشانی کی۔“

”کھانڈہ دو فون مل گئی تھے بڑے اسٹراب سے۔“

”مگر اراکین ہمرن کی آمد کے کوئی آثار نظر نہیں آتے۔“

”میرا خیال ہے جی اب آپ پیلا کو فون کر دیں تو بہتر ہے۔“

”ہاں جیٹا اگر یہی ہوں۔“ عزیز نے پریشان انداز میں کہنے لگے جیسے کا جواب دینی وہ فون اسٹینڈ کی طرف بڑھ گئیں۔

پھر پریشان رات ہو گئی، لیکن ہمرن کا کچھ تاثر نہیں چلا۔ یونیورسٹی سے معلوم کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ آج وہاں پہنچی ہی نہیں۔ اور اگر وہ یونیورسٹی میں گئی تو کہاں کی یہ وہ سوال تھا جس کا جواب ان میں سے کسی کی اس میں تھا۔ اسد کو بھی آئیں سے آنے کے بعد گھر میں پہنچی اس پریشانی کا احساس ہوا کہ تھا۔ اگرچہ بات کمرے سے باہر نہیں نکلے دی گئی تھی لیکن گھر میں رہنے والے ہندے سے چھپتا تو کسی صورت میں ممکن نہیں تھا۔ اور ایسے حال میں جب کہ عزیز نے وہ دو کر آٹھیں سوچ گئی تھیں اور مزید صبر نہ کر سکی تھیں

”میں پرے پرے تھے وہ لوگ کچھ چھپاتے بھی تو کیسے۔“

”اگر صبر صاحب تھک ہمار کچھ گئے تھے۔ ان کی کہ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے دھوئے نہ جائیں تو آخر میں اس کی تپندہ ایک کے سوا دس میں بھی نہیں مل سکتا۔ آپ کی کسی سے ایسی دشمنی تو نہیں کہ وہ یہ بات کرے۔“

”اس کو اچانک کسی خیال ہو گیا۔“

”ہی! نام پر پلین والوں کے تو دوستوں سے زیادہ ملے ہوتے ہیں۔ کسی ایک پر نہیں کیسے شک کر سکتا۔“

”ہمت باتوں سے تھک رہی تھی۔“

”پیلا! وہ شخص جس نے کل صبح اپنے آدھی کو ملنے کے لیے آپ کو گھر کی دی گئی تھی کس ہیں اس کا نام؟“

”ہم ہمرن نے کہا تو ان میں دھیان نہ کیا کہ کل صبح کے لیے اس غنڈے نے ان میں فون نہیں کیا۔ بلکہ یقیناً“

”میں ان میں اصل طور پر انکا نمبر دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ اصل حجت ان کی بات مان جائیں۔“ عزیز نے کہا۔

”جان دلانے پر وہ بالکل صحیح خطوط پر سوچنے لگے تھے۔“

”ان کے پاس انڈیا میں ایک بار پھر تحریک پیدا کی گئی۔ جلدی جلدی خلف جگہ کے نمبر واصل کئے۔ اور اپنے دشمن پر چھیننے کے لیے پوری طرح تیار ہو گئے۔“

”قرار شدہ آدھی سے حاصل کیے گئے نمبروں کے مطابق رات بھر چھپے بارے مارنے تو صبح کے قریب ان کے ٹھکانے پر پہنچے میں کامیاب ہو سکے تھے۔ جہاں ان کو کھانا تھا۔ وہ پڑی خاموشی سے بے ہوش بنی کو کھانے آئے تھے۔ کمرے کے بعد بھی وہ فونوں تک پہنچے آپ کو سنبھل میں پائی تھی اس کی ذہنی حالت ایسی اتھرتھی کہ ہر وقت ڈوبی ہوئی رہتی۔ گھر والوں نے اس سے بات نہ کرنا ترک کر دیا تھا۔ ایک ہی بات میں رہنے کی وجہ سے تھکے چنبد اور منیٰ کے کہوں کی بھی اس کی تپندی کی خبر پہنچ گئی تھی۔ تقریباً سب ہی لوگ اس کی عیادت کے لیے وہاں موجود تھے۔“

اس دن بھی چندرپ کی جی وہاں آئی ہوئی تھیں۔ ہمرن کے بیٹے ہوئے چھوٹے ہوئے اچانک ہی بولیں۔

”اس بھائی اب بہت دن ہو گئے۔ کوئی زندگی تاریخ مقرر کر دیتے ہیں۔ آپ لوگ میری سو کا خیال نہیں رکھتے۔ اس کے بیٹی تیار ہو گئی۔ اس نے کمرے باکر میں اور میرا بیٹا ہی اس کا خیال کر لیں گے۔“

”ان کے بیٹے میں ہمرن کے لیے جو حجت تھی اسے محسوس کر کے مزید خوش ہوں گی۔ مگر اس وجہ جب کہ ہمرن کے اعصاب بری طرح بوجھا گئے اس لیے ہمرن کے پیش آنے والے حادثہ کو جب سے چھپا دیا گیا تھا۔ لیکن کیا چندرپ کے ساتھ کسی بھی سلوک کیا جاتا چاہے جس تھا اس کے خیال میں یہ صحیح نہیں تھا۔ اس سوچنے کے لیے اتنا پریشان کیا کہ ایک شام وہ اسد کو گھر میں بلا کر اس کے کمرے میں بیٹھ گئی۔“

”اگر ہمرن! اچھا! وہ تم اپنے کمرے سے باہر تو نکلتے۔ اس کا تمہاری حجت پر اچھا اثر پڑے گا۔“

”اسد! کچھ کرو گا تھا لیکن اس پر ظاہر نہیں ہوا۔ دینے۔“

”آپ کب سے مجھے مہو کے بجائے ہمرن کہنے لگے اسد!۔“

”ہاں سیت سے سکر گئی۔“

”جس ہمرن کے کا حقدار تو اب صرف چندرپ ہی ہے۔ ہاں ہمرن! اس لیے میں نے یہ نام رکھ کر دیا۔“

اس نے یو ٹھکانا وضاحت دی۔

”چندرپ! اور یہ بھی میں باتوں کا حقدار ہے ہاں اسد! تم اسے یہ تو معلوم ہونا چاہیے کہ اس کی ہونے والی بیوی ایک رات کمرے سے باہر دھواشوں کے اڑنے پر رو کر گئی ہے۔ لگہ لگہ وہ اپنے لیے اپنی پسند کا فیصلہ کر گئی۔“

”یہ کچھ ہو گئی وہ ہمرن! اچھا! مجھے ہے اسے چھپا کر رہے۔“ بیکار میں اسے صوفے اٹھانے کی کیا ضرورت ہے۔ اسد نے فرمایا۔

”میں اسد! وہ شخص اتنا ہمرن ہے کہ اسے اتنے دھوکے دیے جائیں۔ میرا بل میرے پاس نہیں تھا۔ صرف یہی ایک دھوکہ دہانت کا بی تھا اس کے لیے اب

دیکھنے لگا۔

”گھبرائیے مت پاگل بن کا دورہ نہیں پڑا ہے۔ میں تو صرف اس لیے ہنس رہی ہوں اسد جیلانی صاحب! کہ آپ کے نصیب میں واقعی مکمل عورت نہیں۔ منی ہاشمی نے اپنانے کی آپ بات کر رہی ہیں اپنا دل جندب شاہ کے پاس گروی رکھ چکی ہے اور

جو عورت دل نہیں رکھتی یقیناً وہ بھی مکمل کھلا جانے کی حقدار نہیں ہوتی۔“

”جو اس مت کرو۔ تم منی کے خلاف مجھے بدگمان کرنے کے لیے یہ سب کہہ رہی ہو۔“ وہ چلا یا۔

”میں ایسا کچھ نہیں کر رہی مسٹر اسد جیلانی! میں آپ کو صرف حقیقت سے آگاہ کر رہی ہوں۔ میں دیکھتی ہے اس کی آنکھوں میں وہ دیوانگی جب وہ اپنی زندگی سے بے پروا ہو کر اس کے پیچھے چلتے روئے اور پڑی تھی۔“

بڑے دھیمے انداز میں اسے سٹکا کر وہ اس کے کمرے سے نکل گئی تھی۔

”محبت میں جدائی سہل ہی جاتی ہے، لیکن بے وفائی نہیں سہی جاتی اسد! اور تم نے مجھ سے بے وفائی کی ہے۔“

اپنے کمرے میں آکر بستر پر لیٹے وہ مجھے سے بددلت تھی اور پھر اپنی آنکھیں موندتی تھیں۔

”مرین کا باہرٹ فیل ہو گیا۔ دوسری صبح جس نے بھی یہ بات سنی وہ اپنی جگہ دم بخود رہ گیا۔ رات سوئے سوتے ہی کسی وقت اس کا باہرٹ فیل ہو گیا تھا۔ صبح جب ممبرین اسے جگائے آئی تو بستر پر صرف ایک رول جوڈیا تھا۔

وہ بیمار تھی۔ یہ بات سب کو معلوم تھی، لیکن وہ اتنی شدید بیمار ہوئی کہ جان سے ہی گزر جائے، اس بات کسی کو ممکن تک نہ تھا۔ جنازے میں آئے تمام لوگ اس کی جوان مری پر افسردہ اور بالکل اچانک موت کے سبب شدید حیرت زدہ تھے۔ صرف دو افراد ایسے تھے

میری عزت بھی میرے پاس نہیں رہی، کم از کم اسے یہ دھوکا دیتے ہوئے ہمیں شرم آتی چاہیے۔“ وہ چلائی۔

”جو کچھ ہوا، اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں تھا۔ مرین! اس لیے تمہیں اپنے دل پر کوئی بوجھ رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو ہوا اسے ایک بھیانک خواب سمجھ کر بھول جاؤ۔“ وہ اسے سمجھا رہا تھا۔

”میرا قصور نہیں تھا، اس بات کو آپ مانتے ہیں تو پھر ایسا کریں، آپ مجھے اپنائیں۔ میں پاپا کے سامنے آپ کے لیے اسٹینڈ لے لوں گی۔“

”میں۔!“ وہ ہاتھ سے اپنی طرف اشارہ کرتے ہوئے حیرت سے بولا۔

”ہاں، آپ اسد! جو کچھ ہوا اس میں میرا کوئی قصور نہیں تھا لیکن پھر بھی میں بہت کچھ گنوا چکی ہوں۔ جندب کو مجھ سے شادی کر کے کچھ بھی نہیں ملے گا۔ جب کہ آپ کو کم از کم ایک چیز مل جائے گی۔ میری محبت، جو خالصتاً آپ کے لیے تھی اور آج بھی ہے۔“

”میں ایسا نہیں کر سکتا مرین! کیونکہ میں منی کو پرپوز کر چکا ہوں۔“ اسد سن پل گیا۔

”پرپوز ہی کیا ہے ناں، ابھی کوئی مشکلی یا شادی تو نہیں ہوئی۔ آپ اس سے معذرت کر سکتے ہیں۔ آج آپ کی بات سمجھ جائے گی۔ آخر آپ دونوں مل کر مظلوم عورتوں کے لیے اتنے رفاہی کام کرتے ہیں۔ میں جو

آپ کی سابقہ محبوبہ اور سچی ماموں زاد ہوں، مجھ سے بڑھ کر کون آپ کی ہمدردی کا حقدار ہو سکتا ہے۔“ وہ نہ جانے اسد کے منہ سے کیا سنتا چاہتی تھی۔

”ایسا نہیں ہو سکتا مرین۔! دوسروں سے زبانی ہمدردی کرنا یا ان پر کچھ رقم خرچ کرنا اور بات ہے لیکن کسی ادھوری عورت کو اپنی زندگی میں شامل کرنا بالکل مختلف بات ہے، عزت کا موتی گنوا دینے والی عورت مکمل کھلا جانے کی ہرگز حقدار نہیں۔“

اس کے الفاظ کی کاٹ نے مرین کو اندر تک زخمی کر ڈالا تھا۔ لیکن پھر وہ خود کو سنبھالتی دیوانہ وار ہنس پڑی۔ اسد کچھ حیرت اور پریشانی سے اس کی طرف

